

فقیہ

ماہنامہ

شماره 1

جنوری 2012ء

جلد نمبر 2

مجلس ادارت

- مولانا محمد رضوان عزیز
- مفتی شبیر احمد حقانی
- مولانا محمد کلیم اللہ

انجمنی ہولڈرز ممبر لگائیں اور ہدیہ دینے والے اپنا نام لکھیں!



برائے رابطہ

مرکز اہل السنۃ والجماعۃ

87 جنونی لاہور ڈسٹرکٹ 0332-6311808

www.ahnafmedia.com

بفیضانِ نظر
والتحجۃ منار والیہ حضرت اقدس مولانا
حکیم شاہ محمد اختر حفظہ اللہ

مدیر اعلیٰ

مولانا محمد الیاس گھمن

بیرون ممالک

امریکہ، اسٹریلیا، جنوبی افریقہ اور یورپی ممالک
35 ڈالر..... سالانہ
سعودیہ، انڈیا، متحدہ عرب امارات اور عرب ممالک
25 ڈالر..... سالانہ
ایران، بنگلہ دیش 20 ڈالر..... سالانہ

قیمت فی شمارہ -/20 روپے
سالانہ زر تعاون
-/240 روپے

مرکز اہل السنۃ والجماعۃ



فہرست

- 3 ”فقیہ“ کا سال نو
- اداریہ
- 5 الموافقة بين الحديث والفقه
- علامہ خالد محمود
- 13 مصافحہ و سلام کے آداب
- متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن
- 22 حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ
- مولانا محمد عاطف معاویہ
- 27 سیدنا سعید بن مسیب رحمہ اللہ
- مولانا محمد اکمل راجنپوری
- 39 فتاویٰ عالمگیری
- مولانا محمد یوسف
- 45 اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا ذریعہ
- مفتی شبیر احمد حنفی
- 61 علماء اجتماع
- مفتی شبیر احمد حنفی حفظہ اللہ

”فقہ“ کا سال نو

اداریہ

مالک ارض و سماء کا خصوصی فضل و کرم شامل رہا جس کا جتنا بھی شکر ادا کیا جائے کم ہے کہ ماہنامہ ”فقہ“ ایک سال مکمل کر کے سال نو میں قدم رکھ رہا ہے۔ قرآن و سنت کے عظیم چشموں سے احکام کے استنباط اور پیش آمدہ مسائل میں امت کی رہنمائی کرنے والے عظیم المرتبت فقہاء کرام کی نظر و فکر کا آئینہ دار یہ مجلہ اس جذبے سے شروع ہوا تھا کہ امت میں فقہ و فقہاء کی عظمت کا پرچار ہو اور امت مسلمہ کی ان برگزیدہ ہستیوں کا تعارف احباب کے سامنے لایا جائے جنہوں نے سلامتی فکر کے ساتھ قرآن و سنت کی عظیم دولت متواترًا ہم تک پہنچائی۔ بحمد اللہ ہمیں اس بات کے اظہار میں خوشی محسوس ہو رہی ہے کہ مجلہ باقاعدگی سے اسی نہج پر گامزن ہے اور دعا ہے کہ عافیت کے ساتھ خدا تعالیٰ اسے یونہی جاری و ساری رکھے۔ آمین

ہمارے کئی اکابر نے اس اقدام کو سراہا اور خوب حوصلہ افزائی فرمائی۔ اس پر صرف ایک بات ذکر کرتا ہوں کہ جب ”فقہ“ کا پہلا شمارہ نکل چکا تو راقم نے حضرت علامہ مولانا خالد محمود صاحب دامت برکاتہم (پی ایچ ڈی لندن) سے اس کا ذکر کیا تو حضرت نے اس پر نہایت خوشی کا اظہار فرمایا اور فقہ اسلامی پر اپنی شہرہ آفاق تصنیف ”آئثار التشریع“ کے متعلق فرمایا کہ اسے قسط وار اس رسالہ ”فقہ“ میں شائع کر دیں، میری طرف سے اجازت ہے۔ یقیناً حضرات اکابر دامت ظلہم کی توجہات اور شفقتیں ہم جیسے چھوٹوں کے لیے نہایت حوصلہ افزائی کا باعث ہو ا کرتی ہیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ماہنامہ ”فقہ“ کو مزید ترقی عطاء فرمائے اور فقہ و فقہاء کی

عظمت ہمارے دلوں میں قائم دائم رکھے۔ آمین

حضرت مولانا عبد الستار تونسوی رحمہ اللہ کا وصال

آہ! شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کے علوم کے وارث اور امام اہل السنۃ حضرت مولانا عبد الشکور لکھنوی رحمہ اللہ کے قافلے کے ایک عظیم فرد حضرت مولانا عبد الستار تونسوی رحمہ اللہ اس دنیا سے رخصت ہو چکے۔
انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم نے ساری زندگی اہل السنۃ والجماعۃ کے عقائد کے پرچار اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عزت و ناموس کی حفاظت کا پرچم بلند کیا۔ مولانا عبد الشکور لکھنوی رحمہ اللہ نے شاگردوں کی جو کھیپ تیار کی تھی ان میں انفرادی مقام کے مالک تھے۔ یوں تو ہمہ جہت صفات کے حامل تھے لیکن چند خصوصیات کا تذکرہ بطور خاص کرنا ضروری ہے کہ آپ اہل السنۃ والجماعۃ اور اہل تشیع کے درمیان اختلافی مسائل و مباحث کے لیے وقت کے عظیم مناظر، عوامی اجتماعات میں ناموس صحابہ رضی اللہ عنہم اور نظریات اہل السنۃ والجماعۃ کے اثبات و دفاع کے لیے کامیاب خطیب اور مدارس عربیہ اور اساتذہ و طلبہ کی مسائل اختلافیہ میں بحث و مباحثہ کی تیاری کرانے میں عظیم مربی تھے۔

اللہ تعالیٰ حضرت کے متعلقین متوسلین اور پسماندگان کو انہی کے نقش قدم پر چلائے اور مرحوم کو درجات عالیہ سے سرفراز فرمائے۔ آمین

الموافقة بین الحدیث والفقه

علامہ خالد محمود

پی-ایچ-ڈی لندن

علم حدیث ایک فنکار کے پیرائے میں:

علم حدیث میں اشتغال ایک بڑی نعمت ہے، حدیث پر اس اعتبار سے نظر کہ یہ کس کس سند سے آئی ہے اور اس پہلو سے اس پر نظر کرنا کہ یہ مقاصد شریعت کی تکمیل میں کہاں تک مفید ہے؟ یہ دو بالکل علیحدہ علیحدہ موضوع ہیں۔ دوسرے پہلو سے حدیث پر غور کرنے والے فقہا ہوتے ہیں، ان کا علم حدیث میں اشتغال ایک حافظ حدیث کی حیثیت سے نہیں ہوتا، یہ اس پر مقاصد شریعت ایک پہرے دار کی حیثیت کی نظر کرتے ہیں۔ مقاصد شریعت پر اطلاع اور ان کے استنباط و استخراج کا ملکہ یہ علم کی وہ دولت ہے جس سے فقہا محدثین سے ممتاز ہوتے ہیں۔ اس درجہ کے لوگ زیادہ روایت کرنا پسند نہیں کرتے۔ وہ اسے ایک فن سمجھتے ہیں۔ امام سفیان الثوری 161ھ اپنے دور کے عام اہل حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں:

آج کل حدیث پڑھنا موت کی تیاری کے لیے نہیں ہے بلکہ اس کو دل بہلاوے اور مشغلہ کے طور پر پڑھا جاتا ہے۔

تذکرہ ج 1 ص 173

اس پر حافظ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: میں کہتا ہوں بخدا امام سفیان نے صحیح

کہا ہے، حدیث کا علم حاصل کرنا اور حدیث کو طلب کرنا حدیث سے ایک الگ چیز ہے، کیونکہ طلب حدیث کا اطلاق کچھ زائد امور پر بھی ہوتا ہے جو نفس حدیث سے مختلف ہوتے ہیں۔ ان میں چند ایک یہ ہیں جن میں حدیث کا علم حاصل کرنے والے خصوصی دلچسپی لیتے ہیں:

1: عمدہ کلام لکھنا

2: عالی سندوں کے حصول کی کوشش کرنا

3: زیادہ سے زیادہ اساتذہ کا تلمذ چاہنا

4: مختلف القاب سے ملقب ہونے پر خوش ہونا

5: عمر طویل کی خواہش تاکہ کثیر تعداد لوگوں تک احادیث کی روایت کی جاسکے۔

6: اور بعض امور میں منفرد رہنے کی محبت

تو یہ تمام چیزیں نفسانی اغراض کا پتہ دیتی ہیں، انہیں اعمال ربانی سے تعبیر نہیں کیا جاسکتا۔

تذکرہ ج 1 ص 174

اس امت میں فقہاء محدثین پر کیوں چھائے رہے؟ یہ محض اس لیے کہ وہ مقاصد شریعت کے ساتھ ساتھ چلے ہیں اور الفاظ کے نام و غور کی کچھ خواہش نہ رہی ہے۔ علامہ ذہبی رحمہ اللہ یہ بھی کہتے ہیں:

خدا کی قسم صحابہ رضی اللہ عنہ اور تابعین کو ان علوم (علم منطق، جدلیات وغیرہ) سے کوئی سروکار نہ تھا اور نہ امام اوزاعی، سفیان ثوری، امام مالک، امام ابو حنیفہ، امام ابو ذؤب اور امام شعبہ ان میں سے کسی علم کو قابل التفات سمجھتے تھے۔

ائمہ اربعہ نے علم حدیث میں ایک فنکار کا پیرایا اختیار نہیں کیا اور نہ امام احمد کے سوا کسی نے کثرت حدیث سے روایت کی ہے۔ ان کی نظر کثرت نقل پر نہیں مقاصد شریعت پر رہتی تھی اور انہیں سے علماء مجتہد بنے۔ علامہ شاطبی لکھتے ہیں:

انما تحصیل درجة الاجتهاد لمن اتصف بوصفين: احدهما فهم مقاصد الشريعة على كمالها والثاني من الاستنباط۔

الموافقات ج 1 ص 24

ترجمہ: اجتہاد کا درجہ اسے ہی ملا جو ان دو وصفوں سے موصوف ہوا، ایک مقاصد شریعت کو پورے کمال سے سمجھ پانا اور دوسرا اپنے اندر ملکہ استنباط رکھنا (اس سے مسائل کا استخراج کیا جاسکے)۔

مجتہدین کو اپنی جگہ محدث بھی ہوتے ہیں لیکن علم حدیث میں ان کی نظر مقاصد شریعت پر ہوتی ہے۔ کثرت طرق، تعدد اسناد، سند عالی اور حفظ کی شہرت ان کے سامنے نہیں ہوتی۔ حضرت امام احمد رحمہ اللہ اس لحاظ سے دوہری منقبت کے لائق ہے کہ باوجود کثرت روایت کے محدثین کے ان اقوال سے جن کی نشاندہی علامہ ذہبی نے کی ہے یکسر کنارہ کش رہے۔ وہ محدث ہونے کے باوجود کامل مجتہد بھی تھے اور مقاصد شریعت پر ان کی گرفت بھی بڑی مضبوط تھی۔

جو علم حدیث مقاصد شریعت کی تکمیل کرے وہ جملہ مجتہدین کو بخوبی حاصل رہا ہے۔ وہ مجتہد ہی کیا جس کے پاس حدیث کا ضروری علم موجود نہ ہو۔ رہے کثرت طرق تو نہ ان پر شریعت کا مدار ہے، نہ ان میں اجتہاد کا انحصار، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمہ اللہ مجتہد ہوئے ہیں۔ امت میں کبھی کوئی اختلافی شخصیت نہیں رہے۔ پوری امت نے انہیں بالاتفاق علمی درجہ میں کامل مجتہد مانا ہے اور یہ درجہ علم

حدیث پر پورے تمکن کے بغیر کسی کو نہیں مل سکتا۔

علامہ شاطبی لکھتے ہیں: **وكان متبکنا من الاطلاع على مقاصدها كما**

قالوا في الشافعي وابي حنيفة في علم الحديث۔ الموافقات ج 1 ص 108

ترجمہ: مگر مقاصد شریعت پر پختہ اطلاع رکھتا ہو جیسا کہ امام شافعی اور امام ابو حنیفہ کے علم حدیث کے بارے میں علماء کی رائے متفقہ ہے۔

علماء اسلام کی اس متفقہ رائے کی روشنی میں حضرت امام شافعی اور حضرت امام ابو حنیفہ کے علم حدیث کے بارے میں ہرگز کوئی شبہ نہیں کیا جاسکتا اور ان حضرات کے بارے میں کوئی ایسا تصور ہرگز راہ نہیں پاسکتا جس کے تحت ان ائمہ کبار کی نظر مقاصد شریعت پر کمزور نظر آئے۔ یہ حضرات دینی علم کے کسی پیرائے میں شبہ کا شکار نہیں ہیں، ان کے مرتبہ امامت پر ہمیشہ سے پوری امت کا اجماع رہا ہے، ان کے اجتہادی مسائل سے کسی کو اختلاف ہو تو ہو لیکن ان کے مقام اجتہاد میں کسی صاحب علم کو کبھی کوئی اختلاف نہیں رہا۔

محدثین اور فقہاء کی مختلف ذمہ داریاں:

حضرت مولانا کرامت علی جوہری 1269ھ خلیفہ حضرت سید احمد شہید وشاگرد حضرت مولانا احمد اللہ الصدیقی شاگرد شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی اپنے وقت کے ایک بڑے مصلح اور داعی تھے اور بنگال کے حق میں خدا کی کھلی رحمت تھے اور تاثیر و ہدایت میں آیۃ من آیات اللہ (خدا کی ایک نشانی) تھے۔ آپ اپنے رسالہ ”حجت قاطعہ“ میں لکھتے ہیں: فقہاء دین کے حاکم ہیں، دین کے معاملے میں حکم دینے کا ان کو اختیار ہے اور محدث لوگ دین کے چوکیدار ہیں، دین کی امانت کو یعنی حدیث کو

حفاظت کے ساتھ رکھ کر اس کے لائق لوگوں کے پاس بجنسہ پہنچا دیتے ہیں ان کو حکم دینے کا اختیار مطلق نہیں ہوتا۔۔۔ اس قاعدے کے صحیح ہونے پر امت کا اجماع ہے، کیونکہ کسی نے اس قاعدے کا انکار نہیں کیا اور سارے فقہاء اور محدثین اور مفسرین و متکلمین و صوفیہ فقہ پر عمل کرتے ہوئے چلے آئے ہیں اور فقہ پر عمل کرنے کی تاکید سب نے کی ہے۔ چنانچہ الاشباہ والنظائر میں لکھا ہے کہ بزاز نے اپنی کتاب میں ان چار چیزوں کا ذکر کیا ہے، سو ان سب چار چیزوں کے بیان کے بعد امام بخاری نے کہا: پھر اگر طاقت نہ رکھے ان سب مشکل بوجھ کے اٹھانے کی تو اس پر واجب ہے فقہ کا اختیار کرنا، جس کا سیکھنا ممکن ہے اپنے گھر بیٹھے بیٹھے اور فقہ سیکھنے میں نہ تو دور و دراز سفر کرنے کا محتاج ہے نہ ملک ملک پھرنے کا اور نہ جہاز، کشتی پر سوار ہو کے دریا کی سیر کا، اور باوجود اس آسانی کے فقہ جو ہے سو پھل اور مقصودِ اصلی حدیث کا ہے اور فقیہ کا ثواب اور اس کی عزت محدث کے ثواب سے اور اس کی عزت سے کم نہیں یہاں تک بخاری کی بات ختم ہوئی۔ سو اس بات سے فقہ کا مرتبہ اور بلندی دریافت کرو۔

حجت قاطعہ ص 102، 101 مشمولہ ذخیرہ کرامت حصہ اول طبع 1344ھ کانپور

تلوار کا زخم اچھا ہو گیا

غزوہ خیبر میں حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ کی ٹانگ میں تلوار کا زخم لگ گیا تو فوراً بارگاہ نبوت میں حاضر ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے تین بار دم کر دیا تو پھر انہیں درد کی کبھی شکایت محسوس نہ ہوئی، صرف زخم کا نشان رہ گیا۔ [صحیح البخاری غزوہ خیبر] مرسلہ: مولانا محمد

مغفرت کے لیے ایک عظیم الشان وظیفہ

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں مغفرت کے لیے ایک عظیم الشان وظیفہ ارشاد فرمایا ہے جو اللہ تعالیٰ کی رحمت کو جوش دلاتا ہے۔ اس مضمون کو عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم نے اپنے عالی ذوق کے مطابق نہایت عمدگی سے سمجھایا ہے جو کہ ہدیہ قارئین ہے۔ از مفتی شبیر احمد حنفی

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم نے

ارشاد فرمایا:

آج میں آپ کو ایک عظیم الشان وظیفہ دے رہا ہوں، اس کو چلتے پھرتے بقدر تحمل کثرت سے پڑھیے۔ صبح و شام ایک ایک تسبیح روزانہ پڑ لیا کریں: ”رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَأَنْتَ خَيْرُ الرَّاحِمِينَ“ اور یہ وظیفہ کس نے عطا فرمایا ہے؟ سب سے بڑے پیارے نے مخلوق میں سب سے بڑے پیارے کو سب سے پیارا وظیفہ دیا ہے۔ سب سے بڑے پیارے یعنی اللہ تعالیٰ نے، سب سے بڑے پیارے کو یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ سب سے بڑا پیارا وظیفہ دیا۔ جو سب سے بڑا پیارا ہوتا ہے اس کو سب سے بڑی پیاری چیز دی جاتی ہے۔ پیارے کو معمولی چیز نہیں دی جاتی، لہذا یہ امت کی مغفرت کے لیے بہترین وظیفہ ہے: ”وَقُلْ رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ“۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ اپنے پالنے والے سے مغفرت مانگیے، رب کیوں نازل فرمایا؟ جو پالتا ہے اس کو اپنی پالی ہوئی چیز سے محبت ہوتی ہے۔ تم اک بلی پال لو تو بلی سے محبت ہو جاتی ہے، کتا پال لو تو کتے سے بھی محبت ہو جاتی ہے، میں تمہارا پالنے والا ہوں، مجھے تم سے محبت نہ ہوگی؟ لہذا اللہ تعالیٰ اپنے دریائے رحمت میں جوش کے لیے خود سکھا

رہے ہیں کہ رب کہو، تاکہ تمہارے منہ سے جب سنوں کہ اے میرے پالنے والے! تو میرے دریائے رحمت میں طوفان پیدا ہو۔ جیسے چھوٹا بچہ جب کہتا ہے کہ اے میرے ابا! تو باپ کے دل میں محبت کا کیسا جوش اٹھتا ہے۔ ”رَبِّ اغْفِرْ“ اے میرے رب! مجھے معاف فرما دیجیے۔ تو مغفرت کے کیا معنی ہیں؟ ”بَسْتَرِ الْقَبِيحِ وَ اِظْهَارِ الْجَمِيلِ“ میری برائیوں کو چھپا دیجیے اور نیکیوں کو ظاہر فرما دیجیے، ”وَ اَرْحَمْ“ اور رحمت کے کیا معنی ہیں؟ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے رحمت کی چار تفسیریں کی ہیں۔ یعنی توفیق طاعت، فراخی معیشت یعنی رزق میں برکت، بے حساب مغفرت اور دخول جنت۔

دوستو یہاں کے ماحول کی آلودگی میں ہم سب کچھ نہ کچھ آلودہ ہو گئے، لہذا یہ وظیفہ پڑھ کر اللہ کی مغفرت کا فالودہ پی لو۔ ابھی ابھی یہ شعر ہو گیا:

جس کی جاں ہو گنہ سے آلودہ

وہ پیے مغفرت کا

فالودہ

بندہ جب مغفرت مانگتا ہے تو شیطان کو انتہائی غم ہوتا ہے، بہت چلاتا ہے، اپنے سر پر مٹی ڈالتا ہے کہ یہ بندے تو بہت چالاک ہیں، میں نے تو ان کو گناہوں کا مزہ چکھایا تھا اللہ سے دور کرنے کے لیے لیکن انہوں نے تو اللہ سے معافی مانگ کر اپنا کام بنالیا، میری ساری محنت بے کار گئی، میری بزنس تو لاس (Loss) میں جا رہی ہے، شیطان مایوس ہو جاتا ہے۔

اس لیے سفر میں، حضر میں جہاں بھی رہیے اس وظیفہ کو کثرت سے پڑھتے

رہیے، اس کی برکت سے ان شاء اللہ تعالیٰ معافی بھی ہو جائے گی، اللہ کو رحم آجائے گا کہ یہ بندہ اپنی خطاؤں پر بار بار روتا ہے، تو کیا عجب ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسی توفیق دے دے کہ گناہوں سے ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو جائے۔ مولانا رومی صاحب قونیہ جہاں ہم لوگ جا رہے ہیں فرماتے ہیں کہ

عرش لرزد از این المذنبین

آں چناں لرزد کہ مادر بر ولد

جب گناہگار بندہ روتا ہے تو عرش الہی ہل جاتا ہے م جیسے کہ ماں کا دل دہل جاتا بچہ کے رونے سے۔

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم نے ارشاد فرمایا:

میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے مدرسی نیوٹاؤن میں مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی موجودگی میں یہ سوال کیا گیا کہ پہلے استغفار کریں یا پہلے درود شریف پڑھیں یعنی درود شریف اور استغفار میں کیا چیز ہم پہلے پڑھیں؟ حضرت نے فرمایا کہ مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے یہی سوال کسی نے کیا تھا تو حضرت قطب العالم مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تم عود کا عطر پہلے لگاتے ہو یا پہلے نہاتے ہو؟ پہلے انسان نہا کر صاف کپڑا پہنتا ہے تو استغفار کرنا روح کو دھونا ہے، پھر درود شریف کا عطر بعد میں لگاؤ۔ اولئک آبائی فجئنی بمثلہم۔ اسی طرح جب دل گناہوں سے آلودہ ہو گیا تو پہلے اس آلودگی کو دور کرو تب اللہ کا نور پاؤ گے۔ اسی کو مولانا نے اس شعر میں فرمایا ہے: راہ دہ آلودگان را العجل در فرات عفو عین مغتسل

فقہ المسائل

مصافحہ و سلام کے آداب

متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ

سوال: مصافحہ کرنے کا صحیح طریقہ کیا ہے؟ آیا ایک ہاتھ سے سنت ہے یا دونوں ہاتھوں سے؟ براہ مہربانی تحقیقی جواب دیں۔

جواب: مصافحہ دو ہاتھ سے کرنا سنت ہے۔ نبی علیہ السلام سے یہی ثابت ہے اور امت کا تعامل بھی اسی پر چلا آ رہا ہے۔ اس حوالے سے چند دلائل پیش کیے جاتے ہیں:

1: امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ”الصحيح“ میں ایک باب قائم فرمایا ہے:

”باب المصافحۃ“ [مصافحہ کرنے کا باب] اور اس کے تحت حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا ارشاد نقل کیا ہے:

عَلَّمَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ التَّشَهُّدَ وَكَيْفَ بَيْنَ كَفَيْهِ

صحیح البخاری جلد 2 صفحہ 926

ترجمہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے التحیات سکھائی۔ (التحيات سکھانے کے دوران) میرا ہاتھ نبی علیہ السلام کے دونوں ہاتھوں کے درمیان تھا۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب کے متصل بعد ایک اور باب قائم فرمایا ہے: ”باب الأخذ باليدین“ [دو ہاتھوں سے مصافحہ کا باب] اور اسی حدیث کو دوبارہ اس باب میں ذکر فرمایا ہے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مصافحہ دونوں ہاتھ سے کرنا سنت نبوی ہے۔

2: امام بخاری رحمہ اللہ نے اسی ”باب الأخذ بالیدين“ میں دو مشہور محدثین کا عمل ذکر فرمایا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ متواتر عمل ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے چلا آرہا ہے۔ چنانچہ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَصَاحَ حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ ابْنُ الْمُبَارَكِ بِبَيْدَيْهِ

صحیح البخاری جلد 2 صفحہ 926

ترجمہ: امام حماد بن زید نے حضرت عبد اللہ بن مبارک کو دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا۔ یہ ایک فطرتی بات ہے اور اس سے کسی کو انکار بھی نہ ہو گا کہ اگر دو ہاتھ سے مصافحہ کیا جائے تو اس میں مسلمانوں میں محبت والفت اور تواضع و انکساری کی جو کیفیت پائی جاتی ہے یقینی بات ہے کہ وہ ایک ہاتھ سے مصافحہ کرنے کی صورت میں نہیں ہوتی۔

لہذا دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرنے کی سنت کو فروغ دیا جائے۔

سوال: کیا غیر مسلم کو سلام کرنا اور اس کے سلام کا جواب دینا کیسا ہے؟ براہ کرم جواب عنایت فرمائیں؟

جواب: سلام کرنا اسلام کا شعار ہے اور جس کو سلام کیا جا رہا ہوتا ہے اس کے حق میں ایک دعا ہے۔ اس لیے غیر مسلم کو السلام علیکم نہ کہا جائے۔ ہاں اگر وہ خود سلام کرتا ہے تو اس کے جواب میں صرف ”وعلیکم“ کہا جائے۔ حدیث مبارک میں اسی طرح وارد ہے۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَلَّمَ عَلَيْكُمْ أَهْلُ الْكِتَابِ فَقُولُوا

وَعَلَيْكُمْ

صحیح البخاری: باب کیف یرد علی أهل الذمة السلام

ترجمہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب اہل کتاب تمہیں سلام کہیں تو ان کے جواب میں ”وعلیکم“ کہہ دیا کرو۔

سوال: وہ کون کون سے مواقع میں جہاں سلام کرنا مکروہ ہے؟

جواب: علامہ علاء الدین الحصفی رحمہ اللہ نے امام صدر الدین الغزی رحمہ اللہ سے نقل فرمایا ہے کہ مندرجہ ذیل مواقع میں سلام کہنا مکروہ ہے:

سلامک مکروہ علی من ستسبع ومن بعد ما أبدی یسن ویشرع مصل وتال ذا کر ومحدث خطیب ومن یصغی الیہم ویسبح مکرر فقہ جالس لقضائہ ومن یحثوا فی الفقہ دعہم لینفعوا مؤذن أیضا أو مقیم مدرس کذا الأجنبیات الفتیات امنع ولعاب شطرنج وشبه بخلقہم ومن هو مع أهل له یتمتع ودع کافرا أیضا ومکشوف عورة ومن هو فی حال التغوط أشنع ودع اکلا إذا کنت جائعا وتعلم منه أنه لیس بمنع --- کذلک أستاذ مغن مطیر فهذا ختام والزیادة تنفع الدر المختار: ج 2 ص 451 تا 453

کہ ان لوگوں کو سلام کرنا مکروہ ہے۔ نماز پڑھنے والا، تلاوت کرنے والا، ذکر کرنے والا، حدیث بیان کرنے والا، خطبہ دینے والا، خطبہ سننے والا، سبق کو دہرانے والا، قاضی جب قضاء کے لیے بیٹھا ہو، فقہ میں بحث مباحثہ کرنے والا، اذان دینے والا، اقامت کہنے والا، درس دینے والا، جو ان اجنبی عورت، شطرنج کھیلنے والا یا ان جیسا غیر اخلاقی کھیل کھیلنے والا، مرد جب اپنی بیوی کے ساتھ ہو، کافر، ننگے بدن والا، جو قضا حاجت میں مصروف ہو، جو کھانا کھا رہا ہو، ہاں اگر آپ کو بھوک لگی ہو اور آپ کو معلوم ہو کہ یہ شخص مجھے کھانا دینے سے انکار نہیں کرے گا تو اس شخص کو سلام کر سکتا ہے، اسی طرح گانا گانے والے اور کبوتر اڑانے والے کو بھی سلام کرنا مکروہ ہے۔

نماز اہل السنۃ والجماعت

متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ

سلام پھیرنے کے بعد:

امام کا مقتدیوں کی طرف متوجہ ہونا:

عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّى صَلَاةً أَقْبَلَ عَلَيْنَا بَوَّجَهُ.

(صحیح البخاری ج 1 ص 117 باب یستقبل الامام الناس اذا سلم)

ترجمہ: حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز سے فارغ ہوتے تو ہماری طرف متوجہ ہو کر بیٹھ جاتے اسی مضمون کی روایات حضرت زید بن خالد جہنی اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہیں۔ (صحیح البخاری ج 1 ص 117 باب ایضاً)

ذکر واذکار :

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سلام پھیرنے کے بعد موقع بہ موقع مختلف اوراد و اذکار مروی ہیں۔

1: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

إِنَّ فُقَرَاءَ الْمُهَاجِرِينَ اتَّوَارَسُوا اللَّهَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا قَدْ ذَهَبَ أَهْلُ الدُّثُورِ بِاللَّحَاجَاتِ الْعُلَى وَالنَّعِيمِ الْمُقِيمِ فَقَالَ وَمَا ذَاكَ قَالُوا يُصَلُّونَ

كَمَا نُصَلِّي وَيُصُومُونَ كَمَا نَصُومُ وَيَتَصَدَّقُونَ وَلَا نَتَّصِدُقُ وَيَعْتِقُونَ وَلَا نُعْتِقُ.
فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفَلَا أَعَلِّمُكُمْ شَيْئًا تَذَرُكُمْ بِهِ مِنْ سَبَقِكُمْ
وَتَسْبِقُونِ بِهِ مَنْ بَعْدَكُمْ وَلَا يَكُونُ أَحَدٌ أَفْضَلَ مِنْكُمْ إِلَّا مَنْ صَنَعَ مِثْلَ
مَا صَنَعْتُمْ، قَالُوا بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ! قَالَ تَسْبِحُونَ وَتَكِيدُونَ
وَتُحَدِّثُونَ فِي دُبُرِكُلِّ صَلَاةٍ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ مَرَّةً قَالَ أَبُو صَالِحٍ فَرَجَعَ فَقَرَأَ الْمُهَاجِرِينَ
إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا سَمِعَ إِخْوَانُنَا أَهْلَ الْأَمْوَالِ يَمَافَعَلُنَا
فَفَعَلُوا مِثْلَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ.

(صحیح مسلم ج 1 ص 219 باب استحباب الذكر بعد الصلوة)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فقراء مہاجرین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ مال دار لوگ تو بلند درجات اور جنت کی نعمتوں میں ہم پر سبقت لے گئے۔ آپ نے پوچھا کیسے؟ تو انہوں نے کہا کہ وہ نماز پڑھتے ہیں جیسے ہم پڑھتے ہیں اور روزہ رکھتے ہیں جیسے ہم رکھتے ہیں لیکن وہ صدقہ کرتے ہیں جو ہم نہیں کر سکتے اور وہ غلام آزاد کرتے ہیں جو ہم نہیں کر سکتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تمہیں ایسی چیز نہ بتاؤں جس سے تم بھی اپنے سبقت لے جانے والوں کے برابر ہو جاؤ اور کوئی تمہارے برابر نہ ہو سکے مگر وہ لوگ جو یہ کام کرتے رہیں۔ انہوں نے عرض کیا ضرور بتائیے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر نماز کے بعد 33، 33 بار سبحان اللہ، الحمد للہ، اللہ اکبر پڑھا کرو۔ حضرت ابو صالح فرماتے ہیں کہ فقراء مہاجرین دوبارہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے کہ ہمارے مالدار بھائیوں کو ہمارے اس عمل کا پتا چل گیا ہے اور انہوں نے بھی ایسا عمل کرنا شروع کر دیا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ اللہ

تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہے عطا کرتا ہے۔

2: حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

عَنْ كَعْبِ بْنِ عَجْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مُعَقِّبَاتُ لَا يَخِيْبُ قَائِلُهُنَّ أَوْ فَاعِلُهُنَّ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ تَسْبِيحَةً وَثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ تَحْمِيدَةً وَأَرْبَعًا وَثَلَاثِينَ تَكْبِيرَةً فِي دُبُرِ كُلِّ صَلَاةٍ.

(صحیح مسلم ج 1 ص 219 باب استحباب الذكر بعد الصلوة)

ترجمہ: حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ حضور کا فرمان نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چند تسبیحات ایسی ہیں جنہیں ہر نماز کے بعد پڑھنے والا کبھی ناکام نہیں ہوگا۔ 33 بار سبحان اللہ 33 بار الحمد للہ اور 34 بار اللہ اکبر۔

3: حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

عَنْ ثَوْبَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا انْصَرَفَ مِنْ صَلَاتِهِ اسْتَغْفَرَ ثَلَاثًا وَقَالَ اللَّهُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ وَفِي رِوَايَةٍ قَالَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ.

(صحیح مسلم ج 1 ص 218 باب استحباب الذكر بعد الصلوة)

ترجمہ: حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز سے فارغ ہوتے تو تین بار استغفار پڑھتے اور یہ دعا پڑھتے۔ اللَّهُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ۔ ایک روایت میں ہے: يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ۔

4: حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ فِي دُبُرِ كُلِّ صَلَاةٍ مَكْتُوبَةً لَا إِلَهَ

إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ؛ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيٍّ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجُدُّ۔

(صحیح البخاری ج 1 ص 117 باب الذکر بعد الصلوٰۃ ، صحیح مسلم ج 1 ص 218 باب استحباب الذکر بعد الصلوٰۃ)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر فرض نماز کے بعد یہ کلمات کہتے تھے۔

کلمات کا ترجمہ: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لئے (تمام جہانوں کی) بادشاہت ہے اور اسی کے لئے تمام تعریفیں ہیں۔ اے اللہ! تو عطا کرے تو کوئی روکنے والا نہیں اور اگر تو روک دے تو عطا کرنے والا کوئی نہیں اور مالدار آدمی کو اس کی دولت تیرے عذاب سے فائدہ نہ دے گی۔

5: عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى أَعْوَادٍ هَذَا الْمُنْتَبِرَ يَقُولُ مَنْ قَرَأَ آيَةَ الْكُرْسِيِّ فِي دُبُرِ كُلِّ صَلَاةٍ لَمْ يَمْنَعْهُ مِنْ دُخُولِ الْجَنَّةِ إِلَّا الْمَوْتُ۔

(شعب الایمان للبيهقي ج 2 ص 458 تخصیص آیت الکرسی بالذکر، رقم الحدیث 2395، مشکوٰۃ المصابیح ج 1 ص 89 باب الذکر بعد الصلوٰۃ)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس منبر پر یہ کہتے ہوئے کہ جو شخص ہر نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھے گا تو اس کے جنت میں جانے کے لئے رکاوٹ صرف موت ہے۔

اسی مضمون کی روایت حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔
(عمل الیوم واللیلۃ للسبائی ص 182 رقم الحدیث 100، المعجم الکبیر للطبرانی ج 4 ص 260 رقم الحدیث 7408)

نماز کے بعد دو عامانگنا:

1: عَنْ أَبِي أُمَامَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قِيلَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

أَتَى الدُّعَاءَ أَسْمَعَ قَالَ جَوْفُ اللَّيْلِ الْآخِرُ وَدُبُرُ الصَّلَوَاتِ الْمَكْتُوبَاتِ.

(جامع الترمذی ج 2 ص 187 باب بلا ترجمہ ابواب الدعوات، السنن الكبرى للنسائی ج 6 ص 32 ما يستحب من الدعاء دبر الصلوات المكتوبات، رقم 9936، عمل اليوم والليلة للنسائی ص 186، رقم الحديث 108)

ترجمہ: حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کون سی دعاسب سے زیادہ قبول ہوتی ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رات کے آخر میں اور فرض نمازوں کے بعد۔

2: عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَلَدُّ الدُّعَاءِ نَحْوُ الْعِبَادَةِ. (جامع الترمذی ج 2 ص 175، ابواب الدعوات، رقم الباب 2، المعجم الاوسط للطبرانی ج 2 ص 255 رقم الحديث 3196، جامع الاحاديث للسيوطی ج 13 ص 2 رقم الحديث 12413)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دعا عبادت کا مغز ہے۔

دعائیں ہاتھ اٹھانا:

1: عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ رَبَّكُمْ حَيٌّ كَرِيمٌ يَسْتَجِیْ أَنْ يَمُدَّكَ أَحَدُكُمْ يَدَيْهِ إِلَيْهِ فَيَرْدُّهُمَا خَائِبَتَيْنِ.

(مسند ابی یعلی ج 7 ص 142 رقم الحديث 4108)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو! تمہارا رب باحیا کریم ہے۔ اسے پسند نہیں کہ بندہ اس کی طرف ہاتھ اٹھائے اور وہ انہیں خالی لوٹا دے۔ اسی مضمون کی روایت حضرت سلمان فارسی رضی

اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔ (سنن ابن ماجہ ج 1 ص 275 باب رفع الیدین فی الدعاء، جامع الترمذی ج 2 ص 196 ابواب الدعوات، باب بلا ترجمہ، صحیح ابن حبان ص 343، ذکر استجابة الدعاء۔۔، رقم الحديث 880)

2: عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي الدُّعَاءِ حَتَّى يُرَى بَيَاضُ إِبْطَيْهِ.

(الجمع بين الصحيحين ج 2 ص 437 رقم الحديث 3943، السنن الكبرى للبيهقي ج 3 ص 357 باب رفع اليدين في دعاء الاستسقاء، صحيح ابن حبان ص 342 ذكر الاباحة للمرء ان يرفع يديه الخ)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ دعائیں اپنے ہاتھوں کو اٹھاتے تھے یہاں تک کہ آپ کی بغلوں کی سفیدی نظر آنے لگتی۔

3: عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَفَعَ يَدَيْهِ فِي الدُّعَاءِ لَمْ يَحْطُمْهُمَا حَتَّى يَمْسَحَ بِهِمَا وَجْهَهُ.

(جامع الترمذی ج 2 ص 176 باب ما جاء في رفع الايدي عند الدعاء، المعجم الاوسط للطبرانی ج 5 ص 197 رقم الحديث 7053، مسند البزار ج 1 ص 243 رقم الحديث 129)

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب دعائیں اپنے ہاتھ اٹھاتے تھے تو انہیں گرانے سے پہلے اپنے چہرہ مبارک پر پھیر لیتے تھے۔

4: عَنْ الشَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا دَعَا فَرَفَعَ يَدَيْهِ مَسَحَ وَجْهَهُ بِيَدَيْهِ.

(سنن ابی داؤد ج 1 ص 216 باب الدعاء، المعجم الكبير للطبرانی ج 9 ص 273 رقم الحديث 18088)

ترجمہ: حضرت شائب بن یزید اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب دعا فرماتے تو ہاتھوں کو اٹھاتے اور (آخر میں) اپنے چہرے پر پھیر لیتے۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ

مولانا محمد عاطف معاویہ حفظہ اللہ

نام و نسب: کنیت ابوسعید، انصاری قبیلہ خزرج سے تعلق رکھتے تھے۔ نسب نامہ یوں ہے: زید بن ثابت بن ضحاک بن زید بن وذان بن عمرو بن عبد عوف الانصاری الخزرجی [الاصابہ ج 1 ص 641، اسد الغابہ ج 2 ص 185]

ولادت باسعادت: حافظ ابن اثیر جزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی تو اس وقت حضرت زید رضی اللہ عنہ کی عمر گیارہ سال تھی۔ اس حساب سے آپ کا سن ولادت تقریباً 2 نبوی بتا ہے [اسد الغابہ ج 2 ص 185]

بچپن سے ہی قرآن سے محبت و تعلق:

حضرت زید رضی اللہ عنہ خود فرماتے ہیں کہ جب حضور علیہ السلام مدینہ تشریف لائے تو لوگ مجھے آپ کی خدمت میں لے گئے اور حضور کو بتایا:

هذا من بنی النجار وقد قرأ سبع عشرة سورة فقرأت علیه فأعجبه ذلك [الاصابہ ج 1 ص 642]

کہ قبیلہ بنی نجار کے اس لڑکے کو قرآن مجید کی 17 سورتیں یاد ہیں، میں نے وہ سورتیں حضور علیہ السلام کو سنائیں تو آپ بہت خوش ہوئے۔

آپ کی ذہانت، قوت حافظہ اور دینی علوم کے شوق کو دیکھتے ہوئے حضور علیہ السلام نے ان کو حکم فرمایا:

تعلّم کتاب یہود فانی ما آمنہم علی کتابی

[الاصابہ ج 1 ص 642]

تم یہود کی زبان سیکھو، مجھے اپنے خطوط میں ان پر بھروسہ نہیں۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ نے حضور کے حکم کو مانتے ہوئے خوب محنت کر کے صرف دو ہفتوں میں یہود کی زبان سیکھ لی اس کے بعد آپ حضور علیہ السلام کی طرف سے یہود کو خطوط لکھتے اور ان کی طرف سے آنے والے خطوط پڑھ کر حضور کو سناتے۔

فضائل و مناقب:

خیر القرون میں قرآن کریم کے حوالے سے تین اہم مرحلے پیش آئے۔ ان تینوں میں حضرت زید رضی اللہ عنہ کے کردار کی مثال نہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں بھی کاتب وحی رہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد عہد صدیقی میں جمع قرآن کا مرحلہ پیش آیا تو آپ رضی اللہ عنہ قرآن جمع کرنے پر مامور ہوئے۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں جب قرآن کو ایک لغت پر جمع کر کے اطراف عالم میں پھیلا یا گیا تو اس کام کے لیے بھی ایک نمایاں نام حضرت زید رضی اللہ عنہ ہی کا تھا۔ گویا کتابت قرآن، جمع قرآن اور نشر قرآن تینوں میں حضرت زید کا اہم کردار رہا ہے۔

علمی حیثیت:

1: حضور علیہ السلام نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو علم وراثت کا سب سے بڑا عالم قرار

دیا ہے۔ فرمان نبوی ہے: وأفرضہم زید بن ثابت

[جامع ترمذی: باب مناقب معاذ بن جبل وزید بن ثابت]

2: آپ کے علمی کمال کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ مشہور کبار صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے جن حضرت عبد اللہ بن عمر، حضرت ابوسعید، حضرت ابو ہریرہ، حضرت انس رضی اللہ عنہم وغیرہ شامل ہیں۔

[اسد الغابہ: ج 2 ص 186]

3: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے علم تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا نام ایک نمایاں مقام رکھتا ہے مگر آپ رضی اللہ عنہ بھی حضرت زید رضی اللہ عنہ کے علم کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ چنانچہ امام شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سواری پر سوار ہو کر جانے لگے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ ان کی سواری کی رکاب پکڑ کر چلنے لگے، حضرت زید نے منع کیا کہ اس طرح نہ کریں۔ تو حضرت ابن عباس نے فرمایا:

قال لا هكذا نفع بالعلماء والكبراء

[الاصابہ ج 1 ص 642]

ہم تو اپنے علماء اور بڑوں کا یوں ہی احترام کرتے ہیں۔

جس شخصیت کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ جیسی ہستی علماء اور اکابرین میں سے تسلیم کرے تو اس کے علم کا کیا مقام ہوگا؟!

فقہی مقام:

1: حضرت فاروق اعظم اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہما آپ رضی اللہ عنہ

کی فقیہانہ حیثیت کی بڑی قدر کرتے تھے۔ امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ما كان عمرو وعثمان يقدمان علي زيد أحد في الفتوى والفرائض والقراءة.

[تذكرة الحفاظ: تحت ترجمة أبي هريرة الدوسي الباني]

کہ حضرت عمر و حضرت عثمان رضی اللہ عنہما فتویٰ [یعنی علم فقہ] وراثت اور قرأت قرآن میں حضرت زید کو سب سے مقدم سمجھتے تھے۔

2: حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نقل کرتے ہیں کہ وہ چھ صحابہ رضی اللہ عنہم جو صاحب فتویٰ شمار ہوتے ہیں، ان میں ایک نام زید بن ثابت کا ہے۔

[الإصابة في تمييز الصحابة: ج 2 ص 642]

نیز یہ بھی نقل کرتے ہیں:

كان زیدراً أسألاً بالمدينة في القضاء والفتوى والقراءة والفرائض۔

[الإصابة في تمييز الصحابة: ج 2 ص 642]

حضرت زید کو مدینہ منورہ میں قضاء، فتویٰ، قرأت اور فرائض میں بڑا مقام حاصل تھا۔
3: آپ کے فقہی مقام کا یہ حال تھا کہ اہل اسلام کی ایک کثیر جماعت آپ کے قول و فتویٰ کے مقابلے میں کسی اور فقیہ کی بات عمل نہیں کرتی تھی۔ حضرت عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مدینہ والوں نے حضرت ابن عباس سے ایک مسئلہ پوچھا، اس میں حضرت ابن عباس کا قول اور تھا حضرت زید کا اور۔ مدینہ والوں نے کہا:

لَا نَأْخُذُ بِقَوْلِكَ وَنَدَّعُ قَوْلَ زَيْدٍ

[صحیح بخاری: باب إِذَا خَاضَتْ الْمَرْأَةُ بَعْدَ مَا أَقَاضَتْ]

کہ ہم آپ کے فرمان کو لیں اور حضرت زید کے فتویٰ کو چھوڑ دیں، ایسا نہیں کر سکتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس دور میں اہل مدینہ ایک متعین فقیہ کی تقلید کرتے تھے۔

وفات حسرت آیات اور تاثرات صحابہ:

45ھ میں علم و فقہ کا یہ عظیم چراغ کئی سالوں تک دنیا کو علم کی روشنی سے

منور کرنے کے بعد قبر کی زینت بن گیا۔ آپ کی وفات پر اکابر صاحب نے انتہائی دردناک جملوں میں غم کا اظہار فرمایا۔

حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا: اليوم مات حبر هذه الأمة وعسى الله أن يجعل في ابن عباس منه خلفاً۔

[أسد الغابة ج 1 ص 187]

آج اس امت کا بہت بڑا عالم دنیا سے چلا گیا۔ امید ہے اللہ تعالیٰ ابن عباس کو ان کا جانشین بنادیں گے۔

شاعر بزم ختم نبوت حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

فمن للقوا في بعد حسان وابنه ومن للمعاني بعد زيد بن ثابت

[الإصابة في تمييز الصحابة]

حسان اور اس کے بیٹے کے بعد ایسے اشعار کون پڑھ سکے گا اور قرآن کا مطلب و مفہوم زید کے بعد کون بیان کر سکے گا۔

مفسر قرآن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

من سره أن يعلم كيف ذهاب العلم فهكذا ذهاب العلم والله لقد

دفن اليوم علم كثير

[تهذيب الكمال ج 3 ص 671]

جو شخص جاننا چاہتا ہے کہ علم کیسے دنیا سے جاتا ہے وہ دیکھ لے کہ زید جیسے شخص کے جانے سے علم جاتا ہے، آج زید کے دفن ہونے سے علم کا بہت بڑا حصہ دفن ہو گیا۔

فرضى الله عنهم بحقهم عنا، آمين بجاه النبي الكريم

بستان المحدثین:

سیدنا سعید بن مسیب رحمہ اللہ

مولانا محمد اکمل راجنپوری حفظہ اللہ

بستان المحدثین کے تحت ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تذکرہ خیر کیا جاتا رہا جنہوں نے حدیث کے حفظ و اشاعت میں کارہائے نمایاں سرانجام دیں۔ ”فقیہ“ کے سال نو کے آغاز پر اس سلسلہ کو وسعت دیتے ہوئے اب حضرات تابعین عظام رحمہم اللہ کا ذکر خیر اور ان کے حالات و واقعات کو پیش کیا جا رہا ہے۔

تابعی اس شخص کو کہا جاتا ہے جس نے ایمان کی حالت میں کسی صحابی رضی اللہ عنہ کی زیارت کی ہو۔

تابعین کا طبقہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا فیض یافتہ ہے۔ قرآن و سنت کے علوم ان سے لے کر امت میں منتقل کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام مقدس اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فرامین مبارکہ میں ان کے فضائل بیان فرمائے ہیں۔ ارشاد خداوندی ہے:

وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ
يَا حَسَنًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ.

[التوبہ: 100]

مہاجرین و انصار میں سے جن لوگوں نے اسلام قبول کرنے میں سبقت کی اور جن لوگوں نے خوش دلی کے ساتھ ان کا اتباع کیا، اللہ تعالیٰ ان سے خوش اور راضی ہے اور وہ اللہ سے خوش ہیں۔

گویا کہ اللہ تعالیٰ نے مہاجرین اور انصار کے ساتھ انہیں بھی اپنی رضا کے

سرٹیفکیٹ سے سرفراز فرمایا اور یہی تابعین حضرات اس آیت کا مصداق ہیں جو عمل میں مہاجرین و انصار صحابہ رضی اللہ عنہم کے عمل کے تابع اور زمانہ کے اعتبار سے ان کے بعد تھے۔ اسی لیے عرف عام میں انہیں ”تابعی“ کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ احادیث نبویہ میں ان کے بڑے فضائل و مناقب بیان کیے گئے ہیں۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

خیر الناس قرنی ثم الذین یلوہم ثم الذین یلوہم

[مسلم کتاب الفضائل]

کہ سب سے بہتر لوگ میرے زمانہ کے ہیں (یعنی صحابہ کرام) پھر جو ان کے زمانے کے قریب ہیں (یعنی تابعین) پھر جو ان کے زمانے کے قریب ہیں (یعنی تبع تابعین)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ ایک جماعت جہاد کرے گی تو اس سے پوچھا جائے گا:

فیکم من رأی من صحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیقولون نعم

فیفتح لہم

[مسلم کتاب الفضائل]

کہ تم میں کوئی ہے جس نے اس شخص کو دیکھا ہو جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا ہو؟ تو وہ کہیں گے ہاں تو [ان کی برکت سے] فتح دی جائے گی۔

فضائل و کمالات کے حاملین حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی علمی، عملی اور اخلاقی وراثت کو امت تک پہنچانے والے تابعین کا ذکر خیر کیا جا رہا ہے۔ ان میں

ایک اہم شخصیت سیدنا سعید بن مسیب رحمہ اللہ ہیں۔ ذیل میں ان کا تعارف اور علمی کارنامے پیش خدمت ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامی الکریم

نام و نسب:

سیدنا ابو محمد سعید بن مسیب بن حزن قرشی مخزومی رحمہ اللہ جلیل القدر تابعی اور ان باکمال نفوس قدسیہ میں سے تھے جو اپنے علم و عمل کے اعتبار سے اتنے بلند بالا مقام پر فیض تھے کہ دنیائے اسلام کے پیشوا و مقتداء مانے جاتے تھے۔ آپ کے والد سیدنا مسیب اور دادا سیدنا حزن رضی اللہ عنہما دونوں صحابی تھے، فتح مکہ کے دن مشرف باسلام ہوئے تھے۔

سعید کی ولادت باسعادت:

سیدنا سعید بن مسیب رحمہ اللہ کی ولادت باسعادت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے تیسرے سال ہوئی۔

[سیر اعلام النبلاء ج 4 ص 438، تذکرۃ الحفاظ مترجم ج 3 ص 62]

فضل و کمال:

سیدنا سعید بن مسیب رحمہ اللہ ایسے دور میں پیدا ہوئے کہ ابھی عہد رسالت کی بہار کو گزر رہے ہوئے کوئی زیادہ عرصہ نہیں ہوا تھا۔ مدینۃ الرسول کے گلی کوچے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے صحبت یافتگانوں اور جانثاروں سے کھچا کھچ بھرے ہوئے تھے، اکثر اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم علوم نبوی کی تشہیر و تبلیغ کیسے مسند اشاعت پر جلوہ افروز تھے۔ ادھر اللہ تعالیٰ نے ابن مسیب رحمہ اللہ کی فطرت میں حصول علم کا

ذوق و دیعت رکھ دیا تھا۔ انہوں نے اس موقع و وقت کو غنیمت جانا اور ان اکابرین سے بھرپور استفادہ کیا۔ گویا کہ آپ کو اسی ذوق اور جستجو نے اکابرین کے علم و عمل کا بحر بیکر اں بنادیا۔ بالاتفاق آپ اپنے زمانے کے علمی و اخلاقی فضائل و کمالات کے جامع اور گوہر نایاب تھے۔ اسی بات کا اقرار آپ کے ہم عصر اہل علم نے بھی کیا۔

چند اساتذہ کرام کے اسمائے گرامی:

آپ رحمہ اللہ جن حضرات کے چشمہ سے سیراب ہوئے اور ان کے علوم کو اپنے اندر سمویا، ان میں سے چند جامع کمالات شخصیات کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

حضرت عثمان غنی، حضرت علی المرتضیٰ، حضرت زید بن ثابت، حضرت ابو ہریرہ، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت ابو موسیٰ اشعری، حضرت عائشہ، حضرت ابن عمر، حضرت عبد اللہ بن عمرو، حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم اجمعین۔

[سیر اعلام النبلاء ج 4 ص 435]

ان حضرات کی شاگردی، صحبت اور تربیت نے آپ کو علم و عمل کا مجمع البحرین بنا دیا تھا۔ آپ اپنے وقت کے بلند پایہ محدث، صف اول کے فقیہ اور بہترین معبر تھے۔

ذوق حدیث:

سیدنا سعید بن مسیب رحمہ اللہ کو حدیث نبوی کا خاص ذوق تھا۔ خود بیان

کرتے ہیں: إن كنت لاسير الايام والليالي في طلب الحديث الواحد

[سیر اعلام النبلاء ج 4 ص 437، تذکرۃ الحفاظ مترجم ج 3 ص 63]

کہ میں نے ایک حدیث کے حصول کے لیے کئی کئی دن اور راتوں کا سفر کیا ہے۔

ایک طرف آپ کا یہ ذوق و شوق تھا، تو دوسری طرف آپ کا مقام ولادت شہر رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھا جو حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم معمور تھا جو علم حدیث کے اساطین تھے، عموماً آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کثیر تعداد سے علم حدیث حاصل کیا، لیکن زیادہ تر استفادہ آپ نے اپنے خسر سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کیا۔ چنانچہ آپ کی مرویات کا زیادہ تر حصہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ کی احادیث پر مشتمل ہے۔ [تہذیب التہذیب ج 4 ص 84، تہذیب الاسماء ج 1 ص 220]

اللہ تعالیٰ نے آپ کو قوت حافظہ سے نوازا تھا۔ ایک مرتبہ جو بات کانوں میں پڑ جاتی تھی، وہ ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو جاتی تھی۔ [طبقات ابن سعد ج 5 ص 90]

ہم عصر اہل علم کا اعتراف کمال:

تمام ہم عصر علماء آپ کے کمال حفظ حدیث کے معترف تھے۔ چنانچہ امام مکحول رحمہ اللہ جو خود بہت بڑے محدث ہیں، فرماتے ہیں: میں نے علم کی تلاش میں ساری دنیا کا سفر کیا لیکن سعید بن مسیب رحمہ اللہ جیسے کوئی عالم نہیں ملے۔

[تہذیب الاسماء ج 1 ص 220]

فقہ شام امام مکحول رحمہ اللہ کو جب ابن مسیب کے انتقال کی اطلاع ملی تو فرمایا: اب سب لوگ علم میں برابر ہو گئے۔ [تذکرۃ الحفاظ ج 3 ص 63]

امام زین العابدین بن علی بن حسین فرماتے ہیں: سعید بن مسیب گزشتہ آثار کے سب سے بڑے واقف کار تھے۔

[سیرۃ اعلیٰ النبلاء ج 4 ص 438]

امام علی بن مدینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں تابعین کی جماعت میں سعید بن مسیب رحمہ اللہ سے زیادہ وسیع العلم کسی کو نہیں جانتا۔ میرے نزدیک آپ رحمہ اللہ سب

تابعین سے زیادہ جلیل القدر ہیں۔ [سیر اعلام النبلاء ج 4 ص 437، تہذیب الاسماء ج 1 ص 220]

شہاب بن عباد العصری فرماتے ہیں کہ میں حج کے بعد مدینہ میں آیا اور ان سے مدینہ کے سب سے بڑے عالم کا پوچھا کہ وہ کون ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ مدینہ کے بڑے عالم سعید بن مسیب رحمہ اللہ ہیں۔ [سیر اعلام النبلاء ج 4 ص 438]

امام قتادہ، امام مکحول، اور امام زہری رحمہم اللہ وغیرہ فرماتے ہیں کہ ہم نے سعید بن مسیب سے بڑا عالم نہیں دیکھا [سیر اعلام النبلاء ج 4 ص 437]

مرویات کا مقام:

حضرات محدثین اور ماہرین فن کے نزدیک آپ کی مرویات کا مقام بہت بلند ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ و دیگر ائمہ فرماتے ہیں کہ آپ کی مرسلات بھی صحاح کے مرتبے کی ہیں۔

امام محمد بن ادریس شافعی رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ سعید رحمہ اللہ کی مرسلات ہمارے نزدیک حسن درجے کی ہیں۔ [تہذیب التہذیب ج 4 ص 86]

امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ آپ کی مراسیل کو امام حسن بصری رحمہ اللہ کی مراسیل پر ترجیح دیتے تھے۔

[تہذیب التہذیب ج 4 ص 86]

حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا احترام:

آپ رحمہ اللہ احادیث رسول کا بیماری کی حالت میں بھی بہت ادب و احترام کرتے تھے۔ ایک مرتبہ بیماری کی حالت میں کسی شخص نے آپ سے ایک حدیث پوچھی، آپ

لیٹے ہوئے تھے، اٹھ کر بیٹھ گئے۔ سائل کہنے لگا کہ میں چاہتا تھا کہ آپ کو زحمت نہ ہو تو آپ نے فرمایا کہ میں لیٹے لیٹے حدیث رسول بیان کرنا مکروہ سمجھتا ہوں۔

[مختصر صفوة الصفوة ص 13]

فقہ میں مقام:

اللہ تعالیٰ نے آپ کو فقہات عطا فرمائی تھی۔ آپ رحمہ اللہ مدینہ کے سات فقہاء میں سے تھے۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ابن مسیب ہو واللہ! احد المفتین۔

[سیر اعلام النبلاء ج 4 ص 438، تہذیب التہذیب ج 4 ص 86]

واللہ! ابن مسیب مفتیوں میں سے ایک ہیں۔

امام قدامہ بن موسیٰ فرماتے ہیں: کان ابن مسیب یفتی والصحابة احیاء

[سیر اعلام النبلاء ج 4 ص 438]

کہ حضرت سعید بن مسیب صحابہ کرام کی زندگی میں فتویٰ دیتے تھے۔

امام سلیمان بن موسیٰ فرماتے ہیں: سعید بن مسیب افقہ التابعین۔

[تہذیب الاسماء ج 1 ص 220]

کہ تابعین میں سب سے بڑے فقیہ تھے۔

چند مشہور تلامذہ:

آپ کے تلامذہ میں سالم بن عبد اللہ، یحییٰ بن سعید انصاری، قتادہ، عمرو بن

دینار، زہری، ابو جعفر محمد باقر بن علی، داود بن ابی ہند، میمون بن مہران، عطا

خراسانی، عمرو بن شعیب رحمہم اللہ وغیرہ شامل ہیں۔

[تہذیب التہذیب ج 4 ص 85، سیر اعلام النبلاء ج 4 ص 436]

وفات: 94ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔ [سیر اعلام النبلاء ج 4 ص 436]

مفتی محمد کفایت اللہ دہلوی رحمہ اللہ اور عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم

مولانا محمد زکریا حفظہ اللہ

مفتی صاحب رحمہ اللہ کا مسلک عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں آپ کے فتاویٰ ”کفایت المفتی“ کے چند فتاویٰ سے واضح ہو جاتا ہے، جو ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔ ان سے واضح ہوتا ہے کہ آپ کا نظریہ اس بارے میں کیا ہے اور وہ لوگ جو اس عقیدہ کے انکاری ہو کر حضرت مفتی صاحب کو اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کرتے ہیں کتنی سچائی میں ہیں؟ عبارات ملاحظہ ہوں۔

فتویٰ 1:

سوال: انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں یا نہیں؟
جواب: انبیاء کرام علیہم صلوات اللہ اجمعین اپنی قبور میں زندہ ہیں، مگر ان کی زندگی دنیاوی زندگی نہیں ہے بلکہ برزخی اور تمام دوسرے لوگوں کی زندگی سے ممتاز ہے۔ اسی طرح شہداء کی زندگی بھی برزخی ہے اور انبیاء کی زندگی سے نیچے درجے کی ہے۔ دنیا کے اعتبار سے تو وہ اموات میں داخل ہیں ”إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَيِّتُونَ“ کی صریح دلیل ہے۔

[کفایت المفتی ج 1 ص 80 دار الاشاعت]

فتویٰ 2:

سوال: حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثابت ہے یا نہیں؟

جواب: ہاں انبیاء علیہم السلام کو حضرت حق تعالیٰ نے ایک مخصوص اور ممتاز حیات عطا فرمائی ہے، جو شہداء کی حیات سے ممتاز ہے اور شہداء کو ایک حیات عطا ہوتی ہے جو اولیاء کی حیات سے امتیاز رکھتی ہے مگر یہ زندگی دنیا کی زندگی سے علیحدہ ہے، کیونکہ دنیا کی زندگی کے لوازم ان میں پائے نہیں جاتے۔ [کفایت المفتی ج 1 ص 88 دارالاشاعت]

فتویٰ 3:

سوال: کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبر اطہر میں زندہ ہیں؟
جواب: جمابہر امت محمدیہ کا یہ قول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قبر اطہر میں حیات مخصوص کے ساتھ حیات ہیں۔ باقی یہ بات کہ اس حیات کی حقیقت کیا ہے؟ یہ حضرت حق کو ہی معلوم ہے، وہ حیات حضور انور پر میت کے اطلاق کے منافی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے خود قرآن پاک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا ہے:
إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَيِّتُونَ۔

[الزمر: 30]

اور دوسری جگہ فرمایا: أَفَإِنْ مَاتَ أَوْ قُتِلَ

[آل عمران: 144]

اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ السلام کی وفات کے بعد مجمع صحابہ کو خطاب کر کے فرمایا تھا: مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَإِنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ مَاتَ

[صحیح ابن حبان باب وفاتہ صلی اللہ علیہ وسلم، السنن الکبریٰ]

فتویٰ 4:

سوال: سماع موتی محققین علماء کے نزدیک ثابت ہے یا نہیں؟

جواب: مسئلہ سماع موتی قرون اولیٰ سے مختلف فیہ چلا آتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا بھی اس میں اختلاف تھا، قرن صحابہ کے بعد بھی ہمیشہ علماء اس میں مختلف رہے۔ اکثر صوفیہ سماع موتی کے قائل ہیں لیکن علمائے حنفیہ کے نزدیک ثابت نہیں۔ ہاں میت کو قبر میں رکھنے کے بعد اس قدر حیات اس میں ڈالی جاتی ہے کہ وہ آرام یا تکلیف کو محسوس کرے۔

وَلَا يَرِدُ تَعْدِيْبُ الْمَيِّتِ فِي قَبْرِهٖ لِأَنَّهُ تَوْضَعُ فِيهِ الْحَيَاةُ عِنْدَ الْعَامَّةِ بِقَدْرِ مَا يُحْسُ بِالْأَكْمَرِ وَالْبَيْنِيَّةُ لَيْسَتْ بِشَرْطٍ عِنْدَ أَهْلِ السُّنَّةِ بَلْ تُجْعَلُ الْحَيَاةُ فِي تِلْكَ الْأَجْزَاءِ الْمُتَفَرِّقَةِ الَّتِي لَا يُدْرِكُهَا الْبَصَرُ،

[فی الشامی ج 3 ص 134]

تاہم کسی فریق کو یہ حق نہیں کہ وہ دوسرے فریق کی تضلیل یا تقسیق یا تجہیل کر سکے کیونکہ اس صورت میں مسئلہ قرون اولیٰ میں بھی مختلف فیہ تھا اس تضلیل یا تقسیق یا تجہیل کا اثر صحابہ کرام تک پہنچے گا۔ ولا شک فی فسادہ

[کفایت المفتی ج 1 ص 201، 202 دارالاشاعت]

فتویٰ 5:

سوال: مولود میں لفظ ”یا رسول السلام علیک یا حبیب السلام علیک“ پکار کر کہنا اس غرض سے کہ سمجھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک محفل میلاد میں آتی ہے، لہذا برائے تعظیم کھڑے ہو کر لفظ مذکور کو پکار کر کہتے ہیں۔ آیا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

جواب: صلوٰۃ و سلام کے ساتھ ”یا رسول“ و ”یا حبیب“ ندا کے الفاظ سے پکارنا اس خیال سے کہ صلوٰۃ و سلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرشتوں کے ذریعہ پہنچا دیا

جاتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک ہماری ندا اور خطاب پہنچ جاتا ہے جائز اور درست ہے، قبر مبارک پر ایک فرشتہ مقرر فرما دیا گیا ہے اور اس کو ایسی قوت سامعہ عطا فرمائی کہ وہ تمام مخلوق کے صلاۃ و سلام سن کر حضرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کر دیتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جواب دیتے ہیں [اس کے بعد نواب صدیق حسن خان کی نزل الابرار کی عبارت لکھی ہے جو کہ طوالت کی وجہ سے چھوڑ دی گئی ہے] ہاں اس خیال اور اعتقاد سے ندا کرنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک مجلس مولود میں آتی ہے، اس کا شریعت مقدسہ میں کوئی ثبوت نہیں اور کئی وجہ سے یہ خیال باطل ہے۔

اول یہ کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم قبر مبارک میں زندہ ہیں، جیسا کہ اہل السنۃ والجماعۃ کا مذہب ہے تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک کا مجالس میلاد میں آنا بدن سے مفارقت کر کے ہوتا ہے یا کسی اور طریقے سے؟ اگر مفارقت کر کے مانا جائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قبر مطہر میں زندہ ہونا باطل ہوتا ہے یا کم از کم اس زندگی میں فرق آنا ثابت ہوتا ہے۔ تو یہ صورت علاوہ اس کے بے ثبوت ہے، باعث تو بین ہے، نہ موجب تعظیم اور اگر مفارقت نہیں ہوتی تو پھر ہر مجلس مولود میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی بدن روح کے ساتھ ہوتی ہے یا محض بطور کشف و علم کے؟ پہلی صورت بداہتہً باطل ہے اور دوسری صورت بے ثبوت اور بعض اعتبار سے موجب شرک ہے کہ آن واحد میں مجالس کثیرہ کا علم ہونا اس طرح کہ گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں، یہ خاصہ ذات احدیت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر جگہ حاضر و ناظر سمجھنا شرک ہے۔

فتویٰ 7:

یہ تمام عبارت جناب سجاد بخاری صاحب کی کتاب
”اقامة البرهان على ابطال وساوس هداية الحيران“ سے ماخوذ ہے
ملاحظہ ہو:

”حضرت مفتی صاحب بھی المہند کے مصدقین میں سے ہیں اور اس سے ان
کا مسلک بھی معلوم ہو سکتا ہے، مگر ہم غیر مبہم اور اس سے واضح تر عبارت میں حضرت
مفتی صاحب کا مسلک پیش کرتے ہیں۔ حضرت مفتی صاحب نے ایک استفتاء کے
جواب میں تحریر فرمایا:

الجواب: انبیاء علیہم السلام زندہ ہوتے ہیں، یعنی ان کو ایک برزخی زندگی حاصل ہوتی
ہے، ان کی قبر مطہر کے قریب کھڑے ہو کر ان کو سلام عرض کرنا جائز ہے، انبیاء علیہم
السلام کے سوا اور کسی ولی کی قبر پر سلام کرنا اور یہ سمجھنا کہ وہ سنتے ہیں درست
نہیں۔۔۔۔۔ الخ محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دلی

اصل فتویٰ راقم الحروف سجاد بخاری کے پاس محفوظ ہے، جو راقم کو مولانا
عبدالجید حال خطیب سرانے عالمگیر سابق خطیب نوشہرہ درکاں سے حاصل ہوا۔ فتویٰ
کی پوری عبارت حضرت مفتی صاحب کے اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے۔

[اقامة البرهان على ابطال وساوس هداية الحيران ص 213]

مندرجہ بالا فتاویٰ سے حضرت مفتی صاحب کا مسلک روز روشن کی طرح
واضح ہو جاتا ہے جس کے بعد کسی منکر حیات کو راہ نہیں مل سکتی کہ وہ مفتی صاحب رحمہ
اللہ کے فتویٰ و نظریات کو اپنے لیے استعمال کرے۔

فتاویٰ عالمگیری

مولانا محمد یوسف حفظہ اللہ

فتاویٰ پر اعتراضات کا علمی جائزہ:

منکرین فقہ کی طرف سے ویسے تو آئے دن فقہ اور ائمہ فقہ کے خلاف کتابیں شائع ہوتی رہتی ہیں۔ مگر چند کتابیں ایسی بھی ہیں جو خصوصاً فقہ حنفی کی مستند اور مایہ ناز کتاب ”فتاویٰ عالمگیری“ کے خلاف لکھی گئی ہیں۔ جن میں معترضین حضرات نے یہ ثابت کرنے کی لا حاصل کوشش کی ہے کہ ”فتاویٰ عالمگیری“ کے مسائل قرآن و حدیث کے خلاف ہیں۔ مگر حقائق کیا ہیں؟ اس کا فیصلہ وہ شخص باسانی کر سکتا ہے جو تعصب و عناد کی عینک اتار کر فقہ حنفی کا مطالعہ کرے۔ اور اس منصف مزاج آدمی کے لیے یہ سمجھنا بھی مشکل نہ ہو گا کہ مسائل فقہ خصوصاً ”فتاویٰ عالمگیری“ پر اعتراضات اٹھانے والے حضرات یا تو ادھوری عبارت نقل کرتے ہیں، یا وہ مسائل سمجھنے میں کفایت شعاری سے کام لیتے ہیں، یا پھر حسب عادت فقہ دشمنی کے زیر اثر تعصب و عناد کے ہاتھوں مجبور ہو کر ورق سیاہ کرتے ہیں۔ ذیل میں ہم غیر مقلد عالم مفتی عبید اللہ خان عقیف کی طرف سے فتاویٰ عالمگیری پر کیے جانے والے اعتراضات میں سے بطور نمونہ چند ایک کا علمی جائزہ پیش کرتے ہیں تاکہ قارئین کرام کے سامنے معترض کی شخصیت اور اعتراضات کی حقیقت واضح ہو جائے۔

1: سر کے مسح کا انکار:

موصوف نے فتاویٰ عالمگیری پر ایک اعتراض یہ کیا ہے کہ اس میں سر پر

مسح کرنے کا حکم الگ سے مذکور نہیں ہے بلکہ مسح کرنے کے بجائے منہ کے ساتھ ہی سر دھونے کا حکم ہے۔ جب کہ قرآن وحدیث میں وضو کے دوران میں سر کا مسح کرنے کا حکم الگ موجود ہے۔ اس اعتراض میں حقیقت کا رنگ بھرنے کے لیے فاضل معترض نے پہلے سورۃ المائدہ کی آیت نمبر 6 لکھی جس میں وضو کے فرائض کا بیان ہے۔ پھر یہ حدیث مبارک نقل کی:

عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى الْهَازِنِيِّ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ وَهُوَ جُدُّ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى أَتَسْتَطِيعُ أَنْ تُرِيَنِي كَيْفَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ زَيْدٍ نَعَمْ فَدَعَا مَاءً فَأَفْرَغَ عَلَى يَدَيْهِ فَغَسَلَ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ مَضَمَضَ وَاسْتَنْثَرُ ثَلَاثًا ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا ثُمَّ غَسَلَ يَدَيْهِ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ ثُمَّ مَسَحَ رَأْسَهُ..... الخ

[بخاری ج 1 ص 31 باب مسح الرأس]

ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے پوچھا، کیا آپ مجھے بتا سکتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وضو کیسے کرتے تھے؟ حضرت عبداللہ نے فرمایا جی ہاں۔ پھر آپ نے پانی منگوایا، اپنے ہاتھ پر ڈالا اور اسے دو دفعہ دھویا پھر تین بار کلی کی اور ناک جھاڑی پھر اپنا چہرہ تین بار دھویا پھر اپنے بازوؤں کو دو دفعہ کہنیوں تک دھویا پھر دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کا مسح کیا۔۔۔۔۔ الخ

آیت کریمہ اور حدیث مبارک لکھنے کے بعد موصوف نے فقہ کو قرآن وحدیث کے خلاف ثابت کرنے کے لیے فتاویٰ عالمگیری کی یہ عبارت پیش کی:

وَإِذَا غَسَلَ الرَّأْسَ مَعَ الْوَجْهِ أَجْزَأُكَ عَنْ الْمَسْحِ

[فتاویٰ عالمگیری ج 1 ص 7]

اگر منہ کے ساتھ سر کو دھولیا تو یہ مسح کے قائم مقام ہو جائے گا۔

قارئین کرام! نہایت مناسب ہو گا کہ ہم پہلے علماء احناف کی کتابوں سے سر کے مسح کی حیثیت واضح کر دیں اس کے بعد عالمگیری کی مذکورہ عبارت کا درست مفہوم بیان کریں گے۔

مسک حنفی میں وضو کے دوران میں سر کے مسح کو فرض قرار دیا گیا ہے۔
چند حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں۔

1: مشہور حنفی مفسر قاضی علامہ ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ سورہ مائدہ کی آیت:6 کے تحت لکھتے ہیں:

”فقلنا بوجوب مسح ربع الرأس لأن للرأس أربعة جوانب مقدم الرأس واحد منها“

[تفسیر مظہری ج3 ص47]

ہم چوتھائی سر کے مسح کی فرضیت کے قائل ہیں اس لیے کہ سر کی چار طرفیں ہیں۔ اور ان میں سے ایک جانب سر کے سامنے والا حصہ ہے۔

2: فقہ حنفی کی معتبر کتاب ”الہدایہ“ کے مصنف علامہ برہان الدین المرغینانی کتاب الطہارت کا آغاز مذکورہ آیت کریمہ سے کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

ففرض الطهارة غسل الأعضاء الثلاثة ومسح الرأس بهذا النص

[الہدایہ ج1 ص17]

اس آیت کریمہ کی وجہ سے وضو کے فرض تین اعضاء [چہرہ، بازو، اور پاؤں]

کا دھونا اور سر کا مسح کرنا ہے۔

3: علامہ ابوالبرکات عبداللہ بن احمد النسفی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں۔ فرض

الوضوء غسل وجہہ ویدیہ برفقیہ ورجلیہ بکعبیہ ومسح ربع راسہ
[کنز الدقائق ص 5-6]

وضو کے فرض چہرے کا دھونا، دونوں ہاتھوں کا کہنیوں سمیت اور دونوں
پاؤں کا ٹخنوں سمیت دھونا اور چوتھائی سر کا مسح کرنا ہیں۔

4: مذہب حنفی کے مسائل پر مشتمل کتاب "الفقہ الحنفی وادلہ" میں مرقوم
ہے: ففرض الوضوء بهذا النص: فرض غسل الوجه، وغسل اليدين مع المرفقين،
ومسح ربع الرأس، وغسل الرجلين مع الكعبين

[الفقہ الحنفی وادلہ ج 1 ص 35]

ترجمہ: اس آیت کریمہ کی وجہ سے وضو کے فرائض یہ ہیں۔ چہرے کا دھونا، دونوں
ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھونا، چوتھائی سر کا مسح دھونا اور دونوں پاؤں ٹخنوں سمیت
دھونا۔

5: مفتی اعظم ہند مفتی کفایت اللہ دہلوی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں: وضو میں چار
فرض ہیں۔ پیشانی کے بالوں سے لے کر ٹھوڑی کے نیچے تک اور ایک کان سے
دوسرے کان تک منہ دھونا، دونوں ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھونا، چوتھائی سر کا مسح
کرنا، اور دونوں پاؤں ٹخنوں سمیت دھونا۔

[تعلیم الاسلام مکمل حصہ دوم ص 25]

مذکورہ حوالہ جات سے ثابت ہوا کہ فقہ حنفی بھی سر کے مسح کو فرض مانتی
ہے۔ اب جو مسئلہ مذہب حنفی میں فرض ہو اور ان کی کتابوں میں موجود ہو اس کو
قرآن و حدیث کے خلاف ثابت کرنے کی مذموم کوشش کرنا یقیناً بددیانتی ہے۔

عالمگیری کی عبارت کا صحیح مفہوم:

حق بات یہ ہے کہ فتاویٰ عالمگیری میں بھی سر کے مسح کو فرض کہا گیا ہے۔ جس کی مختصر وضاحت یہ ہے کہ فتاویٰ عالمگیری میں کتاب الطہارت کی پہلی فصل فرائض وضو کے بیان میں ہے۔ جس میں سب سے پہلے مذکورہ آیت کریمہ نقل کی ہے۔ پھر لکھا ہے کہ وضو میں چار فرض ہیں۔ اس کے بعد ہر فرض کی سرخی قائم کی گئی ہے۔ پہلے فرض کی سرخی ص 5 پر، دوسرے اور تیسرے فرض کا عنوان ص 6 پر اور چوتھے فرض کا ذکر ص 7 پر موجود ہے۔ مزید آسانی کے لیے یوں سمجھیے: کتاب الطہارۃ..... الفصل الاول فی فرائض الوضوء..... وہی اربع..... الاول غسل الوجه..... والثانی غسل الیدین..... والثالث غسل الرجلین..... والرابع مسح الراس

اس میں وضو کا چوتھا فرض ”سر کا مسح“ کرنا لکھا ہے۔

اس کے بعد اسی عنوان یعنی ”والرابع مسح الراس“ کے تحت وہ زیر بحث مسئلہ لکھا ہے جسے ذکر کر کے فاضل معترض نے فتاویٰ عالمگیری کا قرآن وحدیث کے خلاف ہونے کا فیصلہ صادر فرمایا ہے۔ مگر افسوس کہ انہوں نے عبارت نقل کرنے میں دیانت داری کا ثبوت نہیں دیا۔ اصل عبارت کیا ہے؟ ملاحظہ کیجیے: وَإِذَا غَسَلَ الرَّأْسَ مَعَ الْوَجْهِ أَجْزَاؤُهُ عَنِ الْمَسْحِ وَلَكِنْ يُكْرَهُ لِأَنَّهُ خِلَافُ مَا أُمِرَ بِهِ

[فتاویٰ عالمگیری ج 1 ص 7]

اگر کسی نے سر کو چہرے کے ساتھ دھولیا تو یہ مسح کے قائم مقام تو ہو جائے گا لیکن ایسا کرنا مکروہ ہے کیونکہ یہ نصوص میں بیان کردہ طریقے کے خلاف ہے۔ اب دیکھیے ناں کہ درج بالا عبارت میں نہ تو سر کے مسح کی فرضیت کا انکار کیا گیا ہے اور نہ ہی اس کے نہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے بلکہ اس میں ایک احتمالی صورت کا حل پیش کیا گیا ہے کہ اگر کوئی

آدمی ایسا کر بھی لے تو اس کے بارے میں یہ حکم ہے البتہ ایسا کرنا بہر حال مکروہ ہے۔

مقام حیرت:

فاضل معترض صاحب! آپ نے ادھوری عبارت نقل کر کے جو بھی اعتراض کیا سو کیا، یہ الگ بات ہے ایسا کرنا دیانتداری کا خون کرنا ہے، مگر ہمیں اس سے بحث نہیں اصل بات جو ہماری سمجھ سے بالاتر ہے وہ یہ کہ جناب کو زیر اعتراض عبارت سے ذرا پہلے سر پر مسح کی فرضیت کا حکم کیوں نظر نہ آیا؟ اس سے بڑھ کر یہ کہ معترض صاحب کو تنقید کا نشانہ بننے والی عبارت سے جڑا ہوا کراہت کا حکم بھی دکھائی نہیں دیا۔ آخر کیوں؟ یہ دونوں چیزیں اچانک نظر سے اوجھل کیسے ہو گئیں؟ دوسری بات جو باعث حیرت ہے یہ کہ اگر اس طرز عمل کا نام [بزع عم معترض] قرآن و حدیث پر عمل پیرا ہونا ہے تو پھر فقہ سے عداوت و نفرت کا کیا عالم ہو گا؟ ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیے؟ اللہ تعالیٰ ہمیں فقہ اور فقہاء سے عقیدت نصیب فرمائے۔ آمین

انا لله وانا اليه راجعون

مرکز اہل السنۃ والجماعۃ کے درجہ حفظ کے استاذ مولانا قاری مقصود احمد حنفی کی پھوپھی کی بیٹی، درجہ حفظ کے سابق استاذ قاری ولی اللہ صاحب کے والد صاحب اور تخصص فی التحقیق والدعوة کے امسال کے شریک مولانا ذکی اللہ صاحب کے دادا انتقال کر گئے۔ درجہ قرآن کے طالب علم محمد حامد کے دادا انتقال کر گئے۔ دارالعلوم عید گاہ کبیر والا کے درجہ خامسہ کے طالب علم محمد سہیل آف عارف والا انتقال کر گئے۔

اللہ تعالیٰ مرحومین کو جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور لواحقین کو صبر

جمیل کی توفیق عطا فرمائے آمین

مجلس الشیخ:

اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا ذریعہ

ترتیب و عنوانات: مفتی شبیر احمد حنفی حفظہ اللہ

6 دسمبر 2012ء بروز جمعرات حضرت الشیخ متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ نے خانقاہ اشرفیہ اختر یہ مرکز اہل السنۃ والجماعۃ 87 جنوبی سرگودھا میں منعقدہ ماہانہ مجلس ذکر سے خطاب فرمایا، جس میں ”اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا ذریعہ“ کے عنوان پر پراثر گفتگو فرمائی۔ اس بیان کا خلاصہ پیش خدمت ہے۔

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد! فَأَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ
الرَّجِيمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ: ﴿اللَّهُ يَجْتَبِي إِلَيْهِ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَنْ
يُؤْتِي﴾

سورة الشورى: 13

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرٰهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ
اِبْرٰهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مُّجِيْدٌ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى
اِبْرٰهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مُّجِيْدٌ۔

میں نے آپ کے سامنے سورۃ الشوریٰ کی ایک آیت تلاوت کی ہے۔ اللہ
رب العزت نے اس آیت میں اپنی ذات تک پہنچنے کے دو راستے بتائے ہیں۔ ہر انسان
کی اصل منزل اللہ کی ذات ہے۔ اللہ ہی خالق ہے، اللہ ہی مالک ہے، اللہ تمام انسانوں
کی اصلی منزل ہے۔

اس آیت میں اللہ نے اپنے تک پہنچنے کے دو طریقے بیان فرمائے ہیں۔ ایک

”اِحْتِسَابٌ“ اور دوسرا ”اِنَاكِبْتُ“ ہے۔ بسا اوقات بندہ محنت نہیں کرتا اور اللہ بغیر محنت کے بندہ کو اپنے تک پہنچا دیتے ہیں اور بسا اوقات انسان محنت کرتا ہے اور محنت کرنے کے بعد اللہ اس کو اپنی ذات تک پہنچاتے ہیں۔ دونوں طریقے چلتے ہیں۔ اس کو کبھی یوں بھی کہتے ہیں کہ ایک چیز ہوتی ہے ”وہب“ اور ایک چیز ہوتی ہے ”کسب“۔ مثلاً قرآن میں اللہ نے چار طبقات وہ بیان فرمائے ہیں جو انسانیت کے سب سے اعلیٰ طبقے ہیں۔

1: نبیین

2: صدیقین

3: شہداء

4: صالحین

یعنی انبیاء، صحابہ، شہداء اور اولیاء۔

اسے یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ پہلا مقام نبوت، دوسرا مقام صحابیت، تیسرا مقام شہادت اور چوتھا مقام ولایت ہے۔

ان میں دو مقام ”مقام وہب“ ہیں اور دو مقام ”مقام کسب“ ہیں۔ نبوت اور صحابیت مقام وہب ہیں اور شہادت اور ولایت مقام کسب ہیں۔ نبوت اور صحابیت محنت اور اعمال سے نہیں ملتی بلکہ اللہ تعالیٰ کی عطا سے ملتی ہے اور شہادت و ولایت کا مقام انسان کو محنت کرنے سے ملتا ہے۔ انسان محنت کرتا ہے تو اللہ اس کو عطا فرما دیتے ہیں۔

میں سمجھا رہا تھا کہ ایک ”وہب“ ہے اور ایک ”کسب“ ہے۔ دونوں کو ایک مثال سے سمجھیں:

وہب اور کسب کی مثال:

ہمارے شیخ حضرت اقدس عارف باللہ مولانا شاہ محمد حکیم اختر دامت برکاتہم نے ایک بہت پیاری مثال ارشاد فرمائی ہے۔ حضرت فرمانے لگے کہ شاہ محمد احمد رحمہ اللہ ایک بہت بڑے شیخ تھے اور بہت بڑے آدمی تھے۔ ہمارے شیخ حضرت اقدس حکیم صاحب دامت برکاتہم نے شاہ محمد احمد رحمہ اللہ کی خدمت میں تین سال مستقل صحبت میں گزارے۔ تین سال کا عرصہ بہت بڑا عرصہ ہے، حضرت چونکہ کالج میں پڑھتے تھے، جامعہ طیبہ کالج علیگزہ میں۔ تو حضرت کی خانقاہ میں رہتے، وہاں سے کالج جاتے اور کالج سے پھر خانقاہ جاتے۔ پوری رات خانقاہ میں گزارتے، پھر وہاں سے کالج اور کالج سے خانقاہ۔ تو جو ان کی جوانی کا عرصہ تھا وہ بوڑھے شیخ کے حوالے کیا۔ یہ وہی شاہ محمد احمد رحمہ اللہ ہیں جنہوں نے مرزا غالب کے شعر کا بڑے پیارے انداز میں جواب دیا تھا۔ مرزا غالب نے شعر کہا تھا:

عشق نے غالب نکما کر دیا ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے

حضرت شاہ محمد صاحب نے اس کا جواب دیا، فرمایا:

عشق نے کما کر دیا احمد آدمی تھے ورنہ ہم بس نام کے

کیونکہ غالب عشق مجازی پہ مرتا تھا اور شاہ محمد احمد عشق حقیقی پہ روتے تھے، تو ظاہر ہے کہ اپنے میدان میں وہ ٹھیک کہہ رہا ہے اور اپنے میدان میں یہ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ یہ شاہ محمد احمد وہ ہیں جنہیں ”پر تاب گڑھی“ کہتے ہیں۔ دوسرے شیخ شاہ عبدالغنی پھولپوری ہیں۔ ان کی خدمت میں حکیم صاحب نے اٹھارہ سال گزارے۔ دیکھو ”اٹھارہ سال“ بات کہنی بڑی آسان ہے۔

تذکرہ حضرت حکیم محمد اختر دامت برکاتہم:

ہم حضرت کی خدمت میں تھے تو حضرت فرمانے لگے آج لوگوں کو تعجب ہوتا ہے کہ حکیم اختر بوڑھے کے پاس لوگ اپنی جوانیاں لٹاتے ہیں اور کسی کو یہ نہیں پتا کہ اختر نے اپنی جوانی ایک بوڑھے کے قدموں میں اٹھارہ سال لٹائی ہے، یہ تو کسی کو نہیں پتا۔ آج لوگ میری سہولتیں، راحتیں دیکھتے ہیں لیکن یہ نہیں پتا کہ میں نے شیخ کی خدمت کتنی کی ہے؟! حضرت حکیم صاحب نے ”معارف مثنوی“ کتاب لکھی اور حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ کے ہاں تقریظ کے لیے گئی۔ حضرت بنوری فرماتے ہیں: جب یہ معارف مثنوی میرے پاس آئی تو مجھے پتا چلا کہ حکیم اختر مولوی ہے، ورنہ میں یہ سمجھتا تھا کہ یہ مولانا عبد الغنی پھولپوری کا نوکر ہے۔ ”خادم“ تو بڑا عزت والا لفظ ہے، حضرت فرماتے ہیں: میں سمجھتا تھا کہ نوکر ہے، کیوں؟ حضرت کی دوائیاں کوٹھی، حضرت کے نسخے کوٹھے اور حضرت کے سر پر مالش کرنی، لنگی باندھ کے ان کی خدمت میں لگے رہتے تھے، تو لوگ سمجھتے کہ یہ حضرت کا نوکر ہے۔ معارف مثنوی لکھی تو پتہ چلا کہ یہ شخص نوکر نہیں ہے بہت بڑا عالم ہے۔

تذکرہ شاہ عبد القادر رائیپوری رحمہ اللہ:

آپ نے نام سنا ہے حضرت شاہ عبد القادر رحمہ اللہ کا، یہاں خانقاہ ڈھڈیاں میں ان کی قبر ہے۔ یہ رائیپور کے نہیں تھے۔ دراصل ان کے شیخ تھے شاہ عبد الرحیم رحمہ اللہ، یہ اپنے شیخ میں اس قدر فنا تھے کہ لوگ ان کو اب بھی شاہ عبد القادر رائیپوری کہتے ہیں۔ ایک مرتبہ ریلوے اسٹیشن پہ کافی لوگ آئے ہوئے تھے۔ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے کسی سے پوچھا کہ یہ رش کیوں ہے؟

جواب ملا کہ شاہ عبدالرحیم رحمہ اللہ کے جانشین شاہ عبدالقادر رائیپوری تشریف لائے ہیں، تو لوگ ان کی زیارت کیلئے جمع ہوئے ہیں۔ حضرت تھانوی نے فرمایا کہ ہم بھی زیارت کرتے ہیں کیونکہ بڑے آدمی ہیں۔ جب ان کی مجلس میں پہنچے تو حکیم الامت حضرت تھانوی نے سوال کیا کہ آپ حضرت کے جانشین ہیں اور ہم نے آپ کو کبھی بھی حضرت کی خانقاہ میں رائیپور نہیں دیکھا، تو آپ کیسے جانشین بنے اور اتنی بڑی نسبت آپ کو کیسے ملی ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ جب کبھی آپ خانقاہ میں آئے تھے تو ایک وہاں ”کالو“ ہوتا تھا، میں وہی ہوں۔

ایک نکتہ:

میں ایک بات نکتہ کے طور پر عرض کرتا ہوں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا سب سے بڑا کمال ”صحابیت“ ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا مقام سب سے بڑا ہے۔ اس پر آپ ایک دلیل ذہن نشین فرمائیں! صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا مقام سب سے بڑا ہے۔ صحابہ کرام کا بڑا مقام یہ اور ان کی اصلی شان صحابیت ہے اور واحد وہ صحابی جن کو قرآن نے ”صحابی“ کہا وہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں: **إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَخْزَنُ إِنَّ اللَّهَ مَعَ النَّاسِ** [40:]

تو ان کا مقام سب سے بلند ہونا چاہیئے۔ یہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا اعزاز ہے خیر میں حضرت شاہ محمد احمد کا واقعہ عرض کر رہا تھا کہ حضرت کسی کی عیادت کے لیے تشریف لے جا رہے تھے۔ ساتھ شاہ ابرار الحق بھی ساتھ تھے۔ راستے میں مولانا محمد احمد نے فرمایا: یہاں ہمارے ایک دوست حکیم سلمان صاحب ہیں، ان کو بھی ساتھ لے چلو۔ ان کو لینے کے لیے گئے تو وہ سو رہے تھے۔ فرمایا کہ ان کو اٹھا دو۔ حکیم

صاحب فرماتے ہیں کہ اصل میں تو اٹھانا تکلیف کا سبب تھا، اگر ان کو نہ اٹھاتے تو ان کو تکلیف زیادہ ہوتی۔ اب بتاؤ! رات کو آپ کے گھر کوئی بڑا آدمی آئے اور آپ سو رہے ہوں اور وہ واپس چلا جائے۔ جب آپ کو پتہ چلے تو آپ نے رونا ہے یا نہیں؟ کہ ہمیں اٹھا دیتے۔ الغرض کہا کہ ان کو اٹھاؤ اور انہیں ساتھ لے کر چل پڑے۔ اس پر حضرت ابراہیم الحق نے فرمایا کہ اسے کہتے ہیں: ”اجتباء“ حکیم صاحب سوئے پڑے ہیں اور ان کو اٹھا کر ساتھ ملایا۔ میں ”وہب“ بتا رہا تھا کہ آدمی محنت نہیں کرتا بلا محنت کسی مقام تک پہنچتا ہے۔ آگے نکلے تو آگے ان کے میزبان تھے ڈاکٹر صاحب، ان کی کار میں جانا تھا۔ جب ان کی کار تک پہنچے، ڈاکٹر صاحب نے دروازہ کھولا اور کہا کہ اندر آجائیں۔ تو مولانا ابراہیم الحق ہر دوئی کہنے لگے کہ اسے کہتے ہیں: ”انابت“ دیکھو ہم تھوڑا سا چلے ہیں تو کار کا دروازہ کھلا تو ہم بیٹھے۔ کبھی اللہ کسی آدمی کو کھینچ لیتے ہیں۔ جیسے یہ سوئے ہوئے تھے۔ تو شیخ نے اٹھایا، اور کبھی اللہ تعالیٰ محنت کرنے کی وجہ سے منزل تک پہنچا دیتے ہیں جیسے یہ گئے اور ڈاکٹر صاحب نے گیٹ کھولا اور یہ گاڑی میں بیٹھ گئے۔

چند واقعات:

تو میں بات یہ سمجھا رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے دو راستے ہوتے ہیں۔ ایک راستہ یہ ہے کہ اللہ کسی کو کھینچ لے اور بغیر بندے کی محنت کے کھینچ لے اور دوسرا راستہ یہ ہے کہ بندہ محنت کرے اور محنت سے اپنے مولا کو پالے۔ یہ دونوں طریقے قرآن کریم نے بیان فرمائے ہیں۔ اس پر میں چند ایک واقعات بیان کرتا ہوں۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا واقعہ:

ہمارے اکابر میں سے وہ حضرات جن کو اللہ پاک نے خود کھینچا ہے۔ ان میں سے پہلا واقعہ حضرت ابو بکر صدیق کا ہے۔ ان کا ”اجتباء“ ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو کھینچا ہے۔ امام سیوطی رحمہ اللہ نے ”خصائص الکبریٰ“ میں یہ نقل کیا ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مکہ سے چلے اور شام کے علاقے میں تجارت کے لیے گئے۔ راستے میں ابو بکر رضی اللہ عنہ کو خواب آیا اور انہوں نے اپنا خواب ایک عیسائی راہب، عالم کو بیان کیا کہ تعبیر بیان کریں۔

خواب آئے تو تعبیر کے لیے ہر بندہ کو بیان نہ کیا کریں۔ حدیث میں دو لوگ بتائے ہیں کہ ان کو بیان کرنا چاہیے؛ ایک حبیب اور دوسرا البیب۔

[جامع الترمذی: کتاب الرؤیا، باب تعبیر الرؤیا]

یعنی دوست ہو یا عقلمند ہو، اس کے علاوہ کسی بندے سے خواب کی تعبیر مت پوچھو۔

توسیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے خواب دیکھا اور عیسائی عالم کے سامنے اس کا تذکرہ کیا۔ عیسائی راہب نے کہا: اس کی تعبیر یہ ہے کہ ”یبعث نبی من قومک تکون وزیرہ فی حیاتہ و خلیفتہ بعد موتہ“

کہ تمہاری قوم میں سے ایک نبی مبعوث ہوگا، تم زندگی میں اس کے نائب اور اس کی وفات کے بعد اس کے خلیفہ ہو گے۔

یہ تعبیر تھی سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اس خواب کی، تعبیر کو سنا اور خاموش ہو گئے۔ آگے لکھا ہے: فأسرھا أبو بکر حتی بعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ اس تعبیر کو چھپا لیا یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی، تو ابو بکر

نے آپ سے پوچھا: ”یا محمد! ما الدلیل علی ماتدعی؟“ [آپ کے اس دعویٰ نبوت پر کیا دلیل ہے؟] کیونکہ ابھی تک کلمہ نہیں پڑھا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: الرؤیا النبی رأیت بالشام۔ میری نبوت پر دلیل تیرا وہ خواب ہے جو تو نے شام میں دیکھا ہے۔ صدیق اکبر نے کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گئے۔ اس روایت میں ہے: فعانقه وقبّل مابین عینیہ۔ چٹ گئے اور پیشانی کا بوسہ لیا۔

[الخصائص الکبریٰ: ج 1 ص 51]

محدثین نے لکھا ہے کہ صدیق اکبر واحد وہ شخص ہیں جنہوں نے کلمہ پڑھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بوسہ لیا اور جب دنیا سے گئے تب بھی بوسہ لیا۔ جب آئے تب بھی ماتھا چوما اور جب گئے تب بھی ماتھا چوما۔ اب بتاؤ اس سے بڑی کیا دلیل ہوگی کہ لوگ مجھ سے پوچھتے ہیں شیخ کا ہاتھ چومنا جائز ہے؟ بندے کو بڑا تعجب ہوتا ہے کہ لوگ یہ پوچھتے ہیں کہ چومنا جائز ہے؟ اللہ تعالیٰ ہمیں بات سمجھنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

ایک علمی بحث:

آپ حضرات نے ہمیشہ سنا ہے کہ باقی حضرات نے کلمہ پڑھا ہے اور دلیل مانگی اور ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بغیر دلیل مانگے کلمہ پڑھا ہے۔ یہاں دلیل سے مراد ”معجزہ“ ہے، یعنی بغیر معجزہ مانگے کلمہ پڑھا ہے، باقی معجزہ مانگتے تھے پھر کلمہ پڑھتے تھے۔ یہ اصول اپنی جگہ ٹھیک ہے اور ابو بکر کا دلیل مانگنا اپنی جگہ ٹھیک ہے۔ بسا اوقات ایسے ہوتا ہے کہ ایک اصول نہ سمجھنے کی وجہ سے بندے کو غلط فہمی پیدا ہوتی ہے، اصول اپنی جگہ بجا ہوتے ہیں اور نصوص و معاملات اپنی جگہ درست ہوتے ہیں۔ میں اس پر مثالیں دیتا ہوں۔

مثال نمبر 1:

مجھے ایک شخص کہنے لگا کہ ”ہدایہ“ کا مصنف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا گستاخ ہے۔ میں نے کہا: کیوں گستاخ ہے؟ کہنے لگا کہ یہ لکھتا ہے: عند ابی حنیفہ رضی اللہ عنہ۔ یہ گستاخی ہے۔ میں نے پوچھا گستاخی کیسے ہے؟ تو وہ کہنے لگا کہ صحابی ہو تو رضی اللہ عنہ کہا جاتا ہے اور غیر صحابی ہو تو رحمۃ اللہ علیہ، جو لقب صحابی کا تھا اس نے غیر صحابی کو دے کر صحابہ کی توہین کی ہے۔ میں نے کہا کہ غیر صحابی کو رضی اللہ عنہ کہنا صاحب ہدایہ کا طریقہ نہیں ہے خود قرآن کریم کا طریقہ ہے، اس کا جواب قرآن میں ہے۔ میں نے کہا، پارہ 11 رکوع 2 میں ہے:

وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ
يَا حَسَنًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ۔

[التوبة: 100]

[ترجمہ: اور مہاجرین اور انصار میں سے جو لوگ پہلے ایمان لائے، اور جنہوں نے نیکی کے ساتھ ان کی پیروی کی، اللہ ان سب سے راضی ہو گیا ہے اور وہ اس سے راضی ہیں]

تو اللہ نے انصار و مہاجرین صحابہ اور ان کے متبعین کو بھی ”رضی اللہ عنہم“ فرمایا ہے، لہذا اب تو یہ بھی کہہ دے کہ اللہ تعالیٰ گستاخ صحابہ ہے معاذ اللہ۔ اب چپ ہو گیا۔

پھر مجھے کہنے لگا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اصول غلط ہے۔ میں نے کہا: اصول بھی ٹھیک ہے، وہ کہنے لگا: پھر قرآن غلط ہے؟ میں نے کہا: قرآن بھی ٹھیک ہے۔ کہنے لگا: آخر مطلب کیا ہے؟ تو میں نے کہا: اسی مطلب اور سمجھنے کا نام ”فقہ“ ہے، جس سے خدا نے تمہیں محروم رکھا ہے۔ پھر میں نے کہا کہ علماء نے یہ ضابطہ کہ صحابی کو رضی اللہ عنہ اور غیر صحابی کو رحمۃ اللہ علیہ کہا جائے اس لیے بیان فرمایا کہ مثلاً ایک نام

کے تین آدمی ہیں؛ میں مثال کے طور پر کہتا ہوں کہ ”محمد“ ایک نام ہے، اس نام کے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہیں، صحابی بھی ہیں اور بعد کے ولی بھی ہیں۔ محمد رسول اللہ نبی ہیں، محمد بن حنفیہ صحابی ہیں اور محمد بن حسن الشیبانی آپ کو ولی مل جائیں گے۔ اب اگر کوئی کہے کہ محمد نے فرمایا تو کیسے پتہ چلے کہ یہ کون سے محمد ہیں؟ تو ضابطہ سے معلوم ہوا کہ اگر ”صلی اللہ علیہ وسلم“ ہو گا تو سمجھو اللہ کے نبی ہیں، اگر ”رضی اللہ عنہ“ ہو گا تو صحابی ہیں اور اگر ”رحمۃ اللہ علیہ“ ہو گا تو سمجھو کہ اللہ کے ولی ہیں۔ یہ اصطلاحات اس لیے تاکہ بعد والے کو دھوکہ نہ ہو۔ اگر رضی اللہ عنہ ہو گا تو صحابی اور رحمۃ اللہ علیہ ہو تو بعد کے آدمی ہوں گے۔ اب ”امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ“ کہا جائے تو کسی کے ذہن میں شک نہیں پڑتا کہ نبی ہو گا یا صحابی ہو گا۔ لہذا اگر غیر صحابی کی شہرت اتنی زیادہ ہو کہ اگر ”رضی اللہ عنہ“ کہہ بھی دیں تو شہرت زیادہ ہونے کی وجہ سے پتہ چل جائے گا کہ صحابی نہیں ہے۔ ایسے شخص کو رضی اللہ عنہ کہنا بالکل صحیح ہے۔ اب قرآن، ضابطہ، ہدایہ سب ٹھیک ہیں۔

مثال نمبر 2:

ایک شخص کہنے لگا کہ آپ یوں کہتے ہیں کہ فقہ حنفی قرآن و حدیث کا مغز ہے، یہ تو قرآن و حدیث کی توہین ہے۔ میں نے کہا کیسے؟ کہنے لگا کہ بادم میں ایک چھلکا اور ایک مغز ہوتا ہے، اصل چیز مغز ہوتا ہے چھلکا نہیں، تو تم نے قرآن و حدیث کا مغز فقہ حنفی کو کہہ کر قرآن و حدیث کو چھلکا کہا اور فقہ کو مغز کہا، یہ تم نے قرآن و حدیث کی توہین کی ہے۔ میں نے کہا اس کا نام توہین ہے تو تم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر فتویٰ لگاؤ معاذ اللہ۔ اس پر وہ مجھے کہنے لگا کہ وہ کیوں؟ میں نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ

وسلم نے فرمایا کہ ”الدعاء فتح العبادۃ“ [جامع الترمذی: ابواب الدعوات، باب فضل الدعوة]

کہ دعا عبادت کا مغز ہے۔ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع، قیام، سجدہ کو چھلکا فرما دیا اور دعا کو مغز کہہ دیا، تو تیرے اصول کے مطابق اللہ کے نبی نے رکوع، سجدے کی توہین کی ہے۔ اب خاموش ہو گیا کیونکہ جواب نہیں، میں نے کہا تم ”الدعاء فتح العبادۃ“ کو ہی نہیں سمجھے۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اس عبادت سے مقصود اللہ سے کچھ لینا ہے، بالکل اسی طرح فقہ قرآن و حدیث کا مغز ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن و حدیث سے مقصود شریعت پر عمل کرنا ہے اور اسی کا نام فقہ حنفی ہے۔

حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کا واقعہ:

مضمون یہ چل رہا تھا کہ کبھی اللہ بندے کو توفیق عطا فرماتا ہے بغیر بندے کی محنت کے جیسے اللہ نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو چنا ہے۔ دوسرا واقعہ حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کا ہے۔ یہ صحابی ہیں بڑے پائے کے۔ حضرت وحشی نے ابھی کلمہ نہیں پڑھا تھا، غلام تھے حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کے۔ وحشی مکہ میں ہیں، اور ادھر جب میدان احد سجا۔ تو چونکہ ہندہ کے والد میدان بدر میں قتل ہوئے تھے تو ہندہ نے کہا کہ میرے والد کو حمزہ رضی اللہ عنہ نے قتل کیا ہے۔ اگر تو نے میرے باپ کے قاتل حمزہ رضی اللہ عنہ کو قتل کرے گا تو میں تجھے اپنا تمام زیور اتار کر دے دوں گی، حضرت جبیر بن مطعم نے کہا کہ اگر تو حضرت حمزہ کو قتل کیا تو تجھے آزاد کر دوں گا۔ وحشی چھوٹے نیزے کے بڑے ماہر تھے۔ انہوں نے تاک کر نیزا مارا، حضرت حمزہ شہید ہو گئے اور وحشی آزاد ہو گئے اور مکہ سے نکل گئے۔ وحشی کو یہ غم تو تھا کہ مسلمان

فاتح بننے کے بعد مجھے قتل کریں گے اور انتقام لیں گے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا، جسم کے ٹکڑے کیے گئے مثلاً کیا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا شدید دکھ ہوا۔

لیکن ایک وقت آیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ تم وحشی کے پاس جاؤ اور اس کو اسلام کی دعوت دو۔ یہ اللہ کا انتخاب ہے۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ نے ”مرقاۃ شرح مشکوٰۃ“ میں واقعہ یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ جاؤ اسے دعوت دو۔ جب گئے تو وحشی کہنے لگے: میں تو کلمہ نہیں پڑھتا، اس لیے کہ قرآن میں ہے کہ جو قتل کرتا ہے، زنا کرتا ہے، شرک کرتا ہے وہ جہنم میں جائے گا اور دہرا عذاب پائے گا، تو سارے کر توت تو میں نے کیے ہیں، میں کیسے کلمہ پڑھوں؟ وحشی کا اشکال لے کر واپس پہنچے تو اس پر آیت اتری:

إِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَأُولَٰئِكَ يُبَدِّلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ۔ [الفرقان: 70]

فرمایا کہ وحشی کو جا کر بتاؤ کہ اللہ کا حکم آگیا ہے کہ جو ایمان لائے، نیک اعمال کرے اور گزشتہ گناہوں پر توبہ کرے تو اللہ اس کے گناہوں کو بھی نیکیوں سے بدل دیتے ہیں۔ وحشی کے پاس پیغام پہنچا، تو وحشی کہنے لگے: ہذا شرط شدید۔ کہ گناہوں کو بھی چھوڑوں اور توبہ بھی کروں، یہ میرے بس میں نہیں ہے، اتنا مشکل معاملہ مجھ سے نہیں ہوتا۔ پھر قرآن کی آیت اتری:

إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ [النساء: 48، 116]

کہ اللہ شرک کے علاوہ جو گناہ چاہے معاف فرادے گا۔ وحشی نے پھر کہا کہ ابھی معافی کا وعدہ نہیں ہے، اللہ چاہیں تو معاف کریں گے ورنہ نہیں اور مجھے کیا پتہ میری معافی چاہیں گے یا نہیں؟ وحشی کے لیے قرآن کی آیت پھر اتری:

قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ [الزمر: 53]

کہ مایوس نہ ہو میں تمہارے سارے گناہ معاف کر دوں گا۔ وحشی نے کہا کہ اب ٹھیک ہے میں مسلمان ہوتا ہوں۔ اسے کہتے ہیں: ”اللَّهُ يَجْتَبِي إِلَيْهِ مَنْ يَشَاءُ“ اتنا بڑا قاتل! اور اللہ کی رحمت آئی کہ خدا اسلام کی طرف لا رہے ہیں اور وہ دوڑ رہے ہیں، بالآخر کلمہ پڑھا اور وحشی سے حضرت وحشی رضی اللہ عنہ بنے۔

حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ کا واقعہ:

تیسرا واقعہ فضیل بن عیاض کا ہے۔ ابتداءً یہ ڈاکو تھے، شرابیں پیتے تھے، لوٹ مار کرتے تھے لیکن جب خدا نے بدلا ایک گھر گئے، ڈاکہ ڈالنے کے لیے، دیوار پھلان دی، تہجد کا وقت تھا، آگے گھر میں تلاوت ہو رہی تھی، وہاں یہ آیت سنی:

أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنْ تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللَّهِ [الحديد: 16]

[ترجمہ: جو لوگ ایمان لے آئے ہیں، کیا ان کے لیے اب بھی وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کے ذکر کے لیے پسینہ جائیں؟]

یہ آیت سنی تو کہا: دوبارہ پڑھو، بالآخر تائب ہو کر واپس آگئے۔ یہ اللہ کا نظام ہے۔

حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ کا واقعہ:

حضرت جنید بغدادی کو خدا نے چنا، یہ شاہی پہلوان تھے ان کا نام چلتا تھا،

بادشاہ نے اعلان کیا کہ اس سے کوئی پہلوان کشتی کرے، یہ سرکاری مال کھاتا ہے، اس کی کشتی تو دیکھیں کہ پہلوان کتنا بڑا ہے؟ جب اعلان ہوا تو بوڑھا آدمی اسی (80) سال کا، کاپنتے وجود کے ساتھ میدان میں سامنے آگیا۔ اس نے کہا: میں کشتی کروں گا، جنید بغدادی نے کہا: میں تیری ہڈی پسلی ایک کردوں گا، اپنی اوقات تو دیکھ، ہم سے کشتی کرے گا؟ تو اس نے کہا: ہاں میں کشتی کروں گا۔ جب میدان میں آئے، کشتی کرنے لگے تو کشتی سے پہلے اس بوڑھے نے جنید بغدادی کے کان میں کہا: جنید! میں سید ہوں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں سے ہوں، بوڑھا ہوں، گھر میں فاقے ہیں، میں تو کشتی نہیں کر سکتا، اگر آج تو گر جائے گا تو حضور کی نسل کو کھانا مل جائے گا، میں نے تجھ سے کشتی کیا کرنی ہے؟! جب یہ بات ان کے کان میں کہی تو جنید بغدادی نے دو چار ٹیڑھے میڑھے داؤ پیچ کیے اور پھر گر گئے اور بوڑھا ان کے سینے پر سوار ہو گیا۔ جنید بغدادی کی شکست کا اور بوڑھے کی فتح کا اعلان ہو گیا۔ دیکھو! کتنا بڑا سرکاری پہلوان اور شکست کا اعلان، لیکن اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کے لیے قربانی دی ہے، رات کو خواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، فرمایا: جنید! تم نے ہماری نسل کا خیال کیا ہے، پوری دنیا میں تیری شہرت کے ڈنکے بجوا دوں گا۔ آج دنیا میں کون سا ایسا بندہ ہو گا جو جنید بغدادی کو نہ جانتا ہو۔ ایک چھوٹا سا واقعہ پیش آیا اور اللہ نے کایا پلٹ دی۔

اللہ کسی یوں چن لیتا ہے اور کسی کو محنت کرنی پڑتی ہے اللہ ہم سب کو بلا مشقت اپنی محبت عطا فرمائے، اللہ بلا مشقت رضاء و جنت عطا فرمائے۔ لیکن اگر کوئی مشقت آجائے تو خود کو تیار کریں اور خندہ پیشانی سے برداشت کریں۔

میں نے کئی بار آپ کی خدمت میں گزارش کی ہے، لہذا اسی مجلس میں فیصلہ کرو کہ جو گزشتہ گناہ ہیں اللہ معاف فرمادیں، آئندہ نہیں کریں گے، نیت کرو، نیت میں کیا حرج ہے۔ اللہ جس کو چاہیں گے اسی کو عطا فرمائیں گے۔ اب بتاؤ موت کے وقت کا کوئی پتہ ہے، اچانک مر جائیں اور چہرے پہ داڑھی نہیں ہے، تو بتاؤ اللہ کے رسول کو کیا جواب دیں گے؟ اچانک مر جائیں اور شراب پی کے مر جائیں تو بتاؤ اللہ کو کیا جواب دیں گے؟ اللہ نے موت کا وقت مقرر کیا ہے، لیکن بندے کو بتایا نہیں ہے۔ اس وجہ سے تاکہ بندہ ہر وقت تیار رہے، کسی وقت بھی موت کا فرشتہ آسکتا ہے۔ میں اس لیے گزارش کرتا ہوں کہ اللہ کے سامنے پہنچنا ہے اور پہنچنے کے دوزیع ہیں؛ کبھی اللہ چن لیتا ہے اور کبھی محنت کرنی پڑتی ہے۔

حضرت جی مولانا محمد الیاس رحمہ اللہ کا ملفوظ:

مجھے حضرت جی مولانا محمد الیاس رحمہ اللہ کا ملفوظ یاد آیا جو ہماری فکر کے سو فیصد خلاف ہے۔ حضرت نے بڑی عجیب بات فرمائی، فرمانے لگے کہ ہم کبھی محنت کرتے ہیں محنت کر کے بندے کو دین پہ لاتے ہیں اور بعض بندے بغیر محنت کے مل جاتے ہیں، جو بغیر محنت کے ملے اس کی قدر زیادہ کرنا، اس لیے کہ جو تیری محنت سے آیا وہ تیری محنت کا نتیجہ ہے اور جو تیری محنت کے بغیر ملا وہ خدا کی عطا ہے۔ اللہ کی عطا کو معمولی نہ سمجھنا، ہم کہتے ہیں کہ یہ میری محنت سے آیا ہے اور یہ خود آیا ہے، حالانکہ وہ خود نہیں آیا خدا کی عطا ہے اور خدا کی عطا کی قدر کرو۔

اللہ ہمیں حقیقی محبت عطا فرمائے، ہمیں سلوک کی منزلیں طے کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اللہ ہمیں گناہوں سے بچائے، اللہ ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی

سنت سے محبت کی توفیق عطا فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین۔

علماء اجتماع

مفتی شبیر احمد حنفی حفظہ اللہ

مرکز اہل السنۃ والجماعۃ سرگودھا کے قیام کا بنیادی مقصد اہل السنۃ والجماعۃ کے عقائد و نظریات اور مسائل کے تحفظ کے ساتھ ساتھ ان کی اشاعت کرنا ہے۔ بھگت اللہ اپنے ان مقاصد کی طرف گامزن یہ ادارہ ساتویں سال میں قدم رکھ رہا ہے۔ عقیدے کی ضرورت و اہمیت کے حوالے سے اندرون و بیرون ملک نہایت وقعت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

مزید اس کام کو بڑھانے اور علماء کرام کو اس کار خیر میں شریک کرنے کے لیے 9 دسمبر 2012ء بروز اتوار ”علماء اجتماع“ کے نام سے ایک تقریب کا انعقاد ہوا، جس میں ملک کے مختلف اضلاع سے علماء کرام تشریف لائے۔ علماء کرام کی کثیر تعداد میں آمد ان کی اصلاح عقائد کے حوالے سے فکر مندی کی غمازی کر رہی تھی۔

علماء اجتماع دس بجے سے شروع ہو کر سہ پہر تین بجے تک جاری رہا۔ تلاوت کلام پاک اور نعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے شروع ہونے والے اس اجتماع میں جن حضرات نے گفتگو کی ان میں متکلم اسلام سفیر احناف مولانا محمد الیاس گھمن، مولانا عبد الشکور حقانی، مولانا محمد ابوالیوب قادری، مولانا محمد رضوان عزیز، مولانا مقصود احمد اور مفتی عبد الواحد قریشی شامل ہیں۔

مفتی عبد الواحد قریشی نائب امیر صوبہ خیبر پختونخواہ نے اپنی گفتگو میں ڈیرہ اسماعیل خان میں اتحاد اہل السنۃ والجماعۃ کی مختلف گوشوں سے کارگزاری سنائی۔ دوران

گفتگو انہوں نے عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اہمیت اور اس پر منکرین کی جانب سے وارد بعض شبہات کا ازالہ بھی کیا۔ متکلم اسلام حفظہ اللہ کے مرتب کردہ ”صراط مستقیم کورس“ میں سکول و کالج اور مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے حضرات کی شرکت اور انتہائی دلچسپی کا بھی ذکر کیا۔

مولانا مقصود احمد استاذ مرکز اہل السنۃ والجماعۃ سرگودھانے ”تقلید کی عقلی ضرورت“ پر دلنشین گفتگو فرمائی۔ مجتہد کے لیے قرآن، سنت، اجماع اور قیاس میں ملحوظ ترتیب کو دلائل سے ثابت کیا اور اہل بدعت کے بعض اشکالات کا بھی جائزہ لیا۔

مولانا عبدالشکور حقانی امیر اتحاد اہل السنۃ والجماعۃ لاہور نے سامعین سے گفتگو کے دوران قرآن مقدس کی چند آیات پیش کیں جن سے اہل باطل کی مختلف کارستانیوں کے رد پر استدلال کیا۔ ایک اہم بات جو انہوں نے اپنی گفتگو میں بیان کی وہ یہ تھی کہ اپنے اکابر کے ساتھ تعلق قائم رہنا ضروری ہے، اس کی وجہ سے انسان گمراہی سے محفوظ رہتا ہے۔

پہلی نشست کا آخری بیان مولانا محمد ابوالیوب قادری کا تھا۔ اہل بدعت کے فاسد عقائد اور اہل حق پر ان کے بے بنیاد بہتانوں کا پردہ چاک کرتے ہوئے انہوں نے اہل بدعت کو ایک عظیم فتنہ قرار دیا۔ انہوں نے اپنی گفتگو میں متکلم اسلام حفظہ اللہ کی تازہ ترین تالیف ”حسام الحرمین کا تحقیقی جائزہ“ کا بھی تعارف کرایا کہ اہل بدعت کی جانب سے علماء دیوبند پر جو بے جا بہتان باندھا جا رہا تھا بجز اللہ متکلم اسلام حفظہ اللہ نے اسے دلائل کے ساتھ رد فرما دیا ہے۔

دوسری نشست کا پہلا بیان مولانا محمد رضوان عزیز کا تھا۔ آپ مرکز اہل

السنۃ والجماعۃ سرگودھا کے استاذ ہیں۔ انہوں نے جماعتی کارگزاری، مرکز کے قیام و مقاصد اور مرکز میں پائے جانے والے مختلف شعبوں سے سامعین کو متعارف کروایا جن میں شعبہ تخصص، شعبہ حفظ، شعبہ نشر و اشاعت وغیرہ شامل ہیں۔ دوران گفتگو انہوں نے کہا کہ کسمپرسی کے عالم میں بننے والا یہ ادارہ پہلے ایک چھوٹی سی مسجد اور چند ایک کمروں پر مشتمل تھا، لیکن سات سال کے عرصہ میں یہ آپ کو پوری دنیا میں متعارف نظر آ رہا ہے، اس میں متکلم اسلام سفیر احناف مولانا محمد الیاس گھمن کی مساعی کو دخل ہے جو دن رات عقائد و نظریات کی ترجمانی میں کوشاں ہیں۔ انہوں نے متکلم اسلام کی تالیفات کا بھی تعارف کروایا جن کی تعداد 16 تک پہنچ چکی ہے۔

اجتماع کا آخری بیان متکلم اسلام سفیر احناف مولانا محمد الیاس گھمن کا تھا۔ آپ نے سامعین علماء کرام کا شکریہ ادا کیا جو دور دراز سے تشریف لائے تھے۔ گفتگو کے دوران سورۃ العصر سے زندگی کے ان اصولوں کی نشاندہی کی جو خسارے سے بچا کر حیات انسانی کو نافع بناتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ عقیدہ انسان کی کامیابی کی بنیاد ہے، اس پر انسان کی نجات کا مدار ہے۔ اگر عقیدہ درست ہو تو انسان کامیاب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کامیاب انسان کی چار شرطیں بیان کی ہیں؛ عقیدہ درست ہو، عمل سنت کے مطابق ہو، عقیدہ اور سنت عمل کی تبلیغ بھی کرے اور اگر اس کی وجہ سے مصائب و آلام کا سامنا کرنا پڑے تو صبر کرتے ہوئے برداشت کرے۔ انہوں نے علماء کرام سے فرمایا کہ آپ حضرات اصلاح عقائد کے حوالے سے بھرپور محنت کریں اور ہر باطل کے فاسد عقائد و نظریات کے رد کے لیے ہمہ وقت کوشاں رہیں۔

تین بجے سہ پہر یہ اجتماع بروقت اختتام پذیر ہوا۔

لوح ایام

ادارہ

30 نومبر 2012ء:

متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ دوئی سے واپس تشریف لائے۔
حضرت کے اس سفر کا مقصد اپنے ہم مسلک بھائیوں سے ملنا اور اتحاد اہل السنۃ والجماعۃ
کے کام کو دیگر ممالک میں فروغ دینا تھا۔ 7 روز کا یہ دورہ ان مقاصد کے حصول میں
کامیاب رہا۔

9 دسمبر 2012ء:

مرکز اہل السنۃ والجماعۃ سرگودھا میں سالانہ ”علماء اجتماع“ منعقد ہوا جس میں ملک
بھر سے علماء کرام نے شرکت کی۔ اس کے انعقاد کا مقصد علماء کرام کو عقائد و مسائل
اہل السنۃ والجماعۃ کی اشاعت و دفاع کی اس عظیم محنت میں شامل کرنا تھا جو مرکز اہل
السنۃ والجماعۃ سرگودھا کے قیام کی بنیاد ہے۔
نوٹ: ”علماء اجتماع“ کی مختصر سی کارگزاری اسی شمارہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

16 دسمبر 2012ء:

متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ خیبر پختونخواہ کے چار روزہ دورہ
پر روانہ ہوئے۔ عوامی اجتماعات میں بیان، مختلف مدارس عربیہ کا دورہ اور حضرات
مشائخ عظام سے ملاقاتیں ہوئیں۔

نوٹ: دورہ خیبر پختونخواہ کی کارگزاری اگلے شمارہ میں آئے گی۔ ان شاء اللہ

آداب معاشرت:

ملاقات کا ادب

مولانا محمد ابو بکر اوکاڑوی حفظہ اللہ

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی کے گھر میں اجازت ملنے سے پہلے پردہ اٹھا کر اندر جھانکے اور گھر کی پوشیدہ چیز کو دیکھ لے تو بلاشبہ اس نے جرم کا ارتکاب کیا جو اس کے لیے درست نہیں۔ لہذا اگر وہ شخص گھر کے اندر دیکھ رہا ہو اور کوئی شخص اس کے سامنے آئے اور اس کی آنکھ پھوڑ دے تو میں اس جھانکنے والے کو کوئی بدلہ نہ دلاؤں گا، لیکن اگر کوئی شخص کسی دروازے کے پاس سے گزرے جس پر کوئی پردہ بھی نہ ہو اور وہ بندہ اندر دیکھ لے تو اس کا کوئی قصور نہیں بلکہ قصور گھر والوں کا ہے۔ [سنن الترمذی: رقم 2631]

تشریح: اس حدیث مبارک میں مسلمان بھائی سے گھر پر ملاقات کرنے کا ادب بیان کیا گیا ہے۔ مسلمان کو چاہیے کہ دروازہ کھٹکھٹائے، آواز دے پھر دروازے سے ذرا ہٹ کر کھڑا ہو، اپنی نظروں سے سوراخوں کے ذریعے یا پردہ کو ہٹا کر نہ جھانکے۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صاحب مکان کے آنکھ پھوڑنے والے عمل پر کوئی قصاص نہیں مقرر فرمایا۔ دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ یہ عمل انتہائی قبیح ہے۔ ہاں اگر گھر کا دروازہ بند نہیں اور پردہ وغیرہ بھی نہیں تو احتیاط بہر حال پھر بھی کرنی چاہیے، لیکن اگر گھر کے اندر ایسی صورت میں نظر چلی گئی تو یہاں قصور گھر والوں کا ہو گا جنہوں نے خود کو محفوظ نہیں کیا، نہ کہ آنے والے کا۔